رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

قادیان

روزنامہ

الفضل

ایڈیٹر: غلام نبی

The DAILY ALFAZL QADIAN.

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۱۸۳۵

قیمت یک آنہ

قیمت ششماہی اندرون ہند ۸ عہ

قیمت ششماہی بیرون ہند لعہ ۹

جلد ۲۳ | مورخہ ۲۸ رجب ۱۳۵۴ھ | یوم یکشنبہ | مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء | نمبر ۱۰۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

الہامات پر ناز مت کرو

فرمایا:" انسان کو چاہیئے۔ کہ اپنا فرض ادا کرے۔ اور اعمالِ صالحہ میں ترقی کرے۔ الہام کرنا اور رؤیا دکھانا یہ تو خدا کا فعل ہے۔ اس پر ناز نہیں کرنا چاہیئے۔ اپنے اعمال کو درست کرنا چاہیئے۔ خدا فرماتا ہے۔ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریہ یہ نہیں کہا۔ کہ جن کو کشوف اور الہامات ہوتے ہیں۔ وہ خیر البریہ ہیں۔ یاد رکھو۔ ایسی باتیں ہرگز زبان پر نہ لاؤ۔ جو قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف ہوں۔ اس قسم کے الہامات کچھ چیز نہیں۔ دیکھو بارش کا پانی سب کو خوش کرتا ہے۔ مگر پرنالہ کا پانی لڑائی ڈالتا ہے۔ اور فساد پیدا کرتا ہے۔ جن الہامات کی تائید میں خدا کا فعل نہیں ہوتا اور نشانات الٰہیہ گواہی نہیں دیتے۔ وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسے پرنالہ کا پانی"۔ (الحکم ۱۷۔ نومبر ۱۹۰۰ء)

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۵ر اکتوبر۔ آج ۱۲ بجے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بذریعہ موٹر لاہور سے تشریف لائے۔ اور خطبۂ جمعہ پڑھا۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضور کی صحت اچھی ہے۔

خان عبداللہ خان صاحب آف مالیر کوٹلہ نے اپنے بچے کے عقیقہ کی تقریب پر بہت سے احباب کو اپنی کوٹھی میں دعوت طعام دی جس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے بھی شمولیت فرمائی۔

مرزا احمد اسمٰعیل بیگ صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابہ میں سے ہیں۔ کئی دنوں سے بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ احباب دعائے صحت کریں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب پر حملہ کرنے والے احراری کے مقدمہ کی سماعت

وکلاء کی بحث فیصلہ ۳۰ اکتوبر کو سنایا جائے گا

مرتبہ رپورٹر الفضل

گورداسپور ۲۵ اکتوبر۔ حنیفا پسر چوہڑ گداگر پر پولیس کی طرف سے جو مقدمہ دائر ہے۔ آج اس میں وکلاء کی بحث ہوئی۔ ملزم کی طرف سے شریف حسین صاحب وکیل تھے۔ اور استغاثہ کی طرف سے رائے صاحب کندن لال کورٹ انسپکٹر جو شروع سے نہایت قابلیت کے ساتھ اس کیس کو کنڈکٹ کر رہے ہیں پیش ہوئے۔

وکیل ملزم کی تقریر

وکیل ملزم نے سب سے پہلے اس امر پر اعتراض کیا کہ اخبار الفضل جماعت احمدیہ کا آرگن ہے اور اس میں مرزا صاحب کے خاندان کے متعلق خبر نہایت اہتمام کیساتھ درج کی جاتی ہیں۔ لیکن الفضل میں اس واقعہ کی جو رپورٹ درج ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ تفاصیل کا انتظار کیا جائے۔ گویا اس وقت تک اخبار والوں کو تفاصیل کا بھی علم نہ تھا۔ چہ جائیکہ حملہ آور کا نام معلوم ہوتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد میں سوچ سمجھ کر ساری بات بنائی گئی۔ اس کے علاوہ تینوں گواہ نعمت اللہ محمد افضل۔ اور محمد لطیف واقعہ کو بالکل ایک ہی رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہ سب کچھ یاد کرایا گیا تھا۔ اس کے بعد وکیل نے ان تینوں لڑکوں کے بیانات میں تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر سوائے اس کے کچھ نہ کر سکا۔ کہ ایک نے کہا ہے۔ میاں صاحب چونکی پولیس سے واپس آتے ہوئے ہمیں محمد امین کی دوکان کے پاس ملے تھے۔ اور دوسرا کہتا ہے۔ تھانہ میں ملے تھے۔ لطیف اور افضل کہتے ہیں۔ کہ نعمت اللہ ہمارے ساتھ چونکی میں گیا۔ اور نعمت اللہ کہتا ہے۔ کہ میں مبشر اور مجید کے ساتھ چونکی میں گیا تھا۔ پھر ایک عجیب وغریب گواہ عنایت اللہ ہے۔ جو بالکل سر نیچے کئے ہوئے بازار میں سے جا رہا تھا۔ اور اسے کچھ پتہ نہ تھا۔ کہ ارد گرد کیا ہو رہا ہے اچانک جب ملزم نے دوسری لاٹھی ماری تو اُسے ہوش آیا۔ وہ بیس پچیس قدم کے فاصلہ پر تھا۔ مگر وہ میاں صاحب کی مدد کے لئے آنے کی بجائے واپس ایک دوکان پر جا کر ان کو خبر کرتا ہے۔ اور پھر ایک اور شخص کی تحریک پر چونکی میں اگر بیان لکھواتا ہے۔

پھر ۲۷ جون کی چٹھی کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ ڈی۔ ایس۔ پی قادیان میں ہی رہتا تھا مگر یہ اسے ۵-۶ روز بعد ملی۔ اس کا بیان ہے۔ کہ یہ رجسٹرڈ تھی۔ مگر اس کی کوئی رسید نہیں ملی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سب قصہ بنایا گیا ہے۔ تا احرار کو بدنام کیا جائے۔

کورٹ انسپکٹر کی تقریر

اس کے جواب میں تقریر کرتے ہوئے کورٹ انسپکٹر صاحب نے ان تمام باتوں کی تردید کی۔ اور الفضل میں مندرجہ بیان کے متعلق کہا۔ کہ ایڈیٹر الفضل جائے وقوعہ پر موجود نہ تھا۔ نہ یہ بیان چشم دید ہے۔ کاپی کے پریس میں جانے کا وقت تنگ تھا۔ اور اس وقت جو اطلاع بھی مل سکی۔ اس میں درج کر دی گئی۔ تاہم حملہ کی تفاصیل اس میں درج ہیں۔ (آپ نے اقتباسات پڑھ کر سنائے) اور ملزم کا نام درج نہ کرنے کی وجہ ایڈیٹر الفضل نے اپنی شہادت میں بیان کر دی ہے۔ پھر پولیس کی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میاں صاحب نے جو رپورٹ کی۔ وہ واقعہ کے صرف دس منٹ بعد کر دی تھی۔ اور اس میں بھی تمام تفاصیل موجود ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وقوعہ کے بعد سوچ سمجھ کر انہوں نے نہیں لکھوایا۔ بلکہ جس طرح واقعات پیش آئے بیان کر دیئے۔ تینوں گواہ بھی اسی وقت پہونچ جاتے ہیں۔ اور ان کے بیان بھی اسی وقت قلمبند ہو جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ مرزا شریف احمد صاحب جیسی پوزیشن کا آدمی ایسے ذلیل اور بے حیثیت انسان کے متعلق کوئی ایسی سازش کرے۔ اور اس پر یونہی اس قسم کا الزام لگائے۔ اگر باقی سب باتوں کو چھوڑ بھی دیا جائے۔ تو استغاثہ کے ثابت کرنے کے لئے صرف یہی ایک بات کافی ہے۔ کہ میاں صاحب اتنی بڑی پوزیشن رکھتے ہوئے ایک ایسے حقیر آدمی کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ اگر کوئی سازش ہوتی۔ تو احرار کے کسی بڑے آدمی کے متعلق کی جاتی۔ اس کے متعلق کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ جس کی نہ کوئی حیثیت ہے۔ اور نہ اس سے کوئی دشمنی ہے باقی رہی ۲۷ جون کی چٹھی جو اس کے غلط ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ یہ پولیس کے ریکارڈوں سے منگوا کر پیش کی گئی ہے۔ کئی رجسٹروں میں اس کا اندراج ہے۔ اس لئے اس کے جعلی ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب کا خیال ہے۔ کہ یہ رجسٹرڈ تھی۔ حالانکہ درحقیقت رجسٹرڈ نہیں تھی۔ انہیں غلطی لگی۔

پھر آپ نے میڈیکل سرٹیفکیٹ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ضربات تازہ تھیں۔ اور ضلع کے اعلےٰ میڈیکل افسر یعنی سول سرجن نے بھی اس کی تصدیق کی ہے وغیرہ وغیرہ

آخر میں آپ نے حضرت میاں صاحب کی پوزیشن کا ذکر کر کے عدالت سے اپیل کی۔ کہ اس لونڈے کو اس کی دست درازی کے لئے قید وجرمانہ دونوں سزائیں دی جانی چاہئیں۔ عدالت نے فیصلہ کے لئے ۳۰ اکتوبر کی تاریخ مقرر کی۔

اگر احرار مباہلہ سے فرار کرنا نہیں چاہتے تو منظور کردہ شرائط شائع کردیں

مولوی مظہر علی صاحب اظہر کو ان کے تار کے جواب میں جو تحریر بھیجی گئی تھی۔ اور جسے الفضل میں درج کر دیا گیا تھا اس میں ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تھی۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مقرر کردہ نمائندوں کے ساتھ ضروری امور شرائط کے متعلق فیصلہ کرلیں۔ اور ساتھ ہی الفضل کے وہ پرچے جن میں ان شرائط کا ذکر تھا۔ ان کو بھیج دیئے گئے تھے۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس طرف آتے ان کی طرف سے اخبار مجاہد میں پے بہ پے ایک اعلان شائع کیا جا رہا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ "ہماری طرف سے یہ واضح اور غیر مبہم اعلان تمام دنیا کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ ہم مرزا محمود کی پیشکردہ شرائط کو منظور کرتے ہوئے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی شرط پر اصرار نہیں کرتے۔ ہم مرزا محمود کی ہر بات کو پورا کرتے ہوئے انشاء اللہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو قادیان مباہلہ کے لئے پہونچ جائیں گے۔" اگر یہ بات صرف عوام کو دھوکہ دینے اور عین موقعہ پر الجھنیں پیدا کر کے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے نہیں کہی جا رہی۔ تو براہ مہربانی وہ شرائط شائع کر دیں۔ جنہیں منظور کرنے کا وہ اعلان کر رہے ہیں۔ تاکہ ایک تو یہ معلوم ہو جائے کہ شرائط کو احرار نے صحیح طور پر سمجھ لیا ہے۔ اور وہ ان کی پابندی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور دوسرے جن لوگوں کو وہ اپنے ساتھ مباہلہ میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ مباہلہ میں شریک ہونے کے متعلق کیا شرائط ہیں۔

جب تک احرار ایسا نہیں کرتے۔ اس وقت تک ان کا یہ کہنا کہ وہ پیشکردہ شرائط کو منظور کرتے ہیں۔ قطعاً بے حقیقت اور عوام کو مبتلائے فریب کرنے والی بات ہے۔ اور اس سے قطعاً یہ اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ کہ عین وقت پر احرار پیشکردہ شرائط کی خلاف ورزی کر کے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔

عدالتِ عالیہ لاہور میں سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف درخواستہائے نگرانی کی سماعت

گورنمنٹ ایڈووکیٹ اور سر تیج بہادر سپرو کی مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کے خلاف مفصل تقریریں

الفضل کے خاص نامہ نگار کے قلم سے

۲۱ر اکتوبر مولوی عطاء اللہ کے مقدمہ میں مسٹر جی ۔ ڈی کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف آنریبل مسٹر جسٹس کولڈسٹریم جج ہائی کورٹ لاہور کے سامنے اپیل پیش ہوئی ۔ اس موقعہ پر فاضل سرکاری وکیل نے ان الزامات کے متعلق جو سشن جج نے اپنے فیصلہ میں حکومت پر لگائے ۔ اور رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو نے ان ریمارکس کے خلاف جو سشن جج نے جماعت احمدیہ کے خلاف کئے ۔ جو تقریریں کیں ۔ ان کا خلاصہ جو اخباری ذرائع سے موصول ہوا ۔ پہلے شائع کیا جا چکا ہے ۔ اب الفضل کے خاص نامہ نگار کی مرتب کردہ مفصل رپورٹ درج کی جاتی ہے ۔

دونوں اپیلیں اکٹھی ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۵ء کو مسٹر جسٹس کولڈسٹریم کی عدالت میں پیش ہوئیں عدالت میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا ۔ کمرۂ عدالت اور اوپر کی گیلری سامعین سے بھری ہوئی تھی ۔ دیوان رام لال صاحب گورنمنٹ ایڈووکیٹ حکومت کی طرف سے پیش ہوئے ۔ اور رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو معہ مسٹر ایم سلیم بیرسٹر لاہور مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری ۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور اور بعض دیگر وکلاء حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی طرف سے موجود تھے ۔ کارروائی ٹھیک دس بجے صبح شروع ہوئی ۔ اپیل مسٹر جی ۔ ڈی کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف دائر کی گئی تھی ۔ اور بعض قابلِ اعتراض فقرات کو حذف کرنے کی درخواست تھی ۔

سرکاری وکیل کی درخواست

حکومت کی طرف سے پیروی کرتے ہوئے فاضل سرکاری وکیل نے کہا ۔ کہ یہ درخواست دفعہ ۵۶۱ الف تعزیرات ہند کے ماتحت دی گئی ہے ۔ جو سشن جج گورداسپور کے اس فیصلہ کے متعلق ہے ۔ جو کہ اس نے دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت دائر شدہ اپیل پر کیا ۔

مقدمہ کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے فاضل سرکاری وکیل نے کہا ۔ عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلاف دیوان سکھ آنند مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور نے زیر دفعہ ۱۵۳ الف مقدمہ کی سماعت کی ۔ اور عطاء اللہ شاہ کو مجرم قرار دیتے ہوئے چھ ماہ کی قید بامشقت کی سزا دی ۔ عطاء اللہ شاہ نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی ۔ اور فاضل سشن جج نے ۶ر جون ۱۹۳۵ء کو اپنا فیصلہ دیا ۔ جس میں اس نے جرم کو بحال رکھا ۔ لیکن سزا کو گھٹا کر برخاست عدالت کے برخاست ہونے تک قید کی سزا دی ۔ اور اپنے فیصلہ کے دوران میں اس نے بعض باتیں ایسی لکھیں ۔ جو کہ درخواست میں ا ۔ ب اور ج کے نشانات کے ساتھ درج ہیں ۔

الف اور ب کے متعلق فاضل سرکاری وکیل نے کہا کہ ان کے ذکر کرنے کا سشن جج کو قطعاً حق نہیں تھا ۔ اور نہ ہی ریکارڈ میں ان فقروں کے جواز کے لئے گنجائش تھی ۔

فاضل جج ۔ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ وہ درست نہیں

سرکاری وکیل ۔ جی ہاں وہ غلط ہیں ۔ کیونکہ کسی شہادت سے ان کا ثبوت نہیں ملتا ۔

بحث کو جاری رکھتے ہوئے فاضل سرکاری وکیل نے کہا ۔ ان اقتباسات کی بنا ایسی شہادتوں پر رکھی گئی ہے ۔ جو کہ قابلِ اعتماد نہیں ۔ اور ان کا مقدمہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا ۔ اور نہ ہی انہیں ریکارڈ پر لانیکی ضرورت تھی ۔ بہرکیف یہ ریمارکس کسی لحاظ سے بھی فاضل سشن جج کے اصل مقصد کے لئے ضروری نہیں تھے اور اس پر طرہ یہ کہ ان فقروں کی زبان نہایت نامناسب ہے

جرم اصطلاحی نہیں

سشن جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ عطاء اللہ شاہ کا جرم محض اصطلاحی تھا ۔ فاضل سرکاری وکیل نے اس کے متعلق کہا ۔ اس فقرہ کو فیصلہ سے حذف کر دیا جائے ۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ فاضل سشن جج نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جرم کا بہرحال ارتکاب کیا گیا ہے ۔ اس لئے جرم محض اصطلاحی نہیں کہلا سکتا ۔ فاضل سرکاری وکیل نے یہ بھی کہا کہ ہر ایک اقتباس سے حکومت کے مفاد کو براہ راست نقصان پہونچتا ہے ۔ اقتباس (الف) اور (ب) براہ راست حکومت کے نظام کو صدمہ پہونچاتے ہیں ۔ اور اقتباس (ج) حکومت کے وقار پر اثر انداز ہوتا ہے ۔ فاضل سرکاری وکیل نے کہا ۔ کہ فاضل سشن جج نے صرف عطاء اللہ شاہ کو ہی مجرم قرار نہیں دیا ۔ بلکہ حکومت اور احمدیہ جماعت کو بھی سزا دیدی ہے ۔ فاضل وکیل نے یہ بھی کہا ۔ کہ فیصلہ میں سے ان اقتباسات کو حذف کرنے کے لئے ایک اور بھی وجہ موجود ہے ۔ اور وہ یہ کہ جج خواہ ماتحت عدالت میں ہو ۔ یا عدالت بالا میں اگر وہی کچھ کرنا چاہے ۔ جو فاضل سشن جج نے کیا ہے ۔ یعنی اس پارٹی کو سزا دینا چاہے ۔ جو کہ وہاں موجود نہیں ۔ تو اس پارٹی کو اپنی بریت کا موقعہ ضرور ملنا چاہیئے اور ایسی صورت میں مقدمہ کو از سر نو شروع کرنا چاہیئے جماعت احمدیہ قادیان پر نہ صرف تشدد کا الزام لگایا گیا ہے بلکہ قتل و غارت کا بھی ۔ اسے اپنی بریت ثابت کرنیکے لئے کوئی نہ کوئی موقعہ ضرور ملنا چاہیئے

پولیس کے خلاف غلط الزام

دوسرے اقتباس میں محمد امین کی موت کا ذکر کرتے ہوئے فاضل سرکاری وکیل نے کہا کہ اس معاملہ میں فاضل سشن جج نے فیصلہ صادر کرتے ہوئے محض اپنے تخیل سے جی بھر کر کام لیا ہے ۔ سرکاری وکیل نے بیان کیا ۔ کہ گورنمنٹ کا رویہ احرار اور احمدی متخاصم پارٹیوں کے متعلق نہایت غیر جانبدارانہ رہا ہے ۔ اگر ایک پارٹی نے قانون شکنی کی ۔ تو حکومت نے اسے فوراً دبا لیا ۔ اور اگر نقضِ امن کا اندیشہ پیدا ہوا ۔ تو حکومت دونوں پارٹیوں کی حفاظت کے لئے آ پہونچی ۔ محمد امین کے معاملہ کے متعلق سرکاری وکیل نے کہا ۔ کہ فیصلہ میں فاضل سشن جج نے اس بات کا اقرار کیا ہے ۔ کہ پولیس میں اس کے متعلق رپورٹ کی گئی ۔ اور یہ کہنا غلط ہے ۔ کہ اس پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی ۔ صرف پولیس کی طرف سے چالان نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا ۔ کہ مرزا صاحب کی طاقت قادیان میں اتنی بڑھی ہوئی تھی ۔ کہ اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں کی گئی ۔ دراصل اس معاملہ میں ایسی کارروائی کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ بہرحال اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ مطلقاً کوئی کارروائی نہیں کی گئی ۔

متوازی حکومت کا بیجا الزام

قادیان میں متوازی حکومت کے متعلق فاضل سرکاری وکیل نے کہا کہ وہاں نام نہاد "عدالتیں" محض ایک قسم کی پنچایتیں ہیں ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ لوگوں کو سرکاری قانونی عدالتوں میں جانے سے منع کیا جاتا ہے ۔ مگر اس کو حقیقت سے دور کی بھی نسبت نہیں ۔ اگر فریقین میں سے کوئی اپنی "عدالت" کا فیصلہ ماننے پر تیار نہیں ہوتا ۔ تو اسے قانونی عدالتوں میں جانے کا پورا اختیار حاصل ہے ۔ اور ریکارڈ میں اس امر کا ثبوت موجود ہے ۔ کہ فریقین واقعی سرکاری عدالتوں میں جاتے ہیں ۔

حکومت کو کوئی اعتراض نہیں

فاضل سرکاری وکیل نے یہ بھی کہا کہ گورنمنٹ کو ایسی کارروائیوں کے متعلق قطعاً کوئی اعتراض نہیں ۔ فاضل سرکاری وکیل نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ سال قادیان میں احرار کی کانفرنس ہوئی ۔ جس میں مولوی عطاء اللہ نے ایک تقریر کی ۔ اسکی وجہ سے اس پر ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت مقدمہ چلایا گیا ۔ اور اپنی بریت پیش کرتے ہوئے اس نے اپنی تقریر کے حق بجانب ہونے کے متعلق یہ ایک بہانہ تراشا ۔ فاضل سرکاری وکیل نے کہا نیت ایک اور چیز ہے ۔ لیکن یہ کہنا کہ مجرم ایک جرم کرنے میں حق بجانب تھا ۔ قانون کی شکست کرنے کے مترادف ہے ۔ احرار نے اس جگہ یعنی قادیان کو اپنی کانفرنس کے لئے چنا ۔ اور یہ ایک مسلمہ امر ہے ۔ کہ اس وقت دونوں فریقوں کے درمیان سخت مخاصمت تھی

فاضل جج کے الفاظ ہیں عطاء اللہ شاہ نے ایسے لوگوں کے سامنے تقریر کی "جن کی اکثریت اکھڑ اور ناخواندہ دیہاتیوں پر مشتمل تھی"۔ اور اس وقت تقریر کی۔ جبکہ دونوں فریق یعنی احمدی اور احرار برسر پیکار تھے۔ فاضل سشن جج اس بات کو مانتا ہے۔ کہ اس تقریر سے دونوں فریقوں کے درمیان دشمنی اور منافرت میں زیادتی ہوئی۔ دراصل فاضل سشن جج نتیجہ الگ اخذ کرتا ہے۔ اور رائے کچھ اور ظاہر کرتا ہے۔

عطاء اللہ کی تقریر پر سشن جج کے ریمارکس

اس موقع پر فاضل سرکاری وکیل نے فیصلہ میں سے یہ پڑھ کر سنایا۔ کہا۔

"مرافعہ گذار (عطاء اللہ) نے قانون کے اندر رہنے کی خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی ہو۔ لیکن اپنی لسانیت اور جوش فصاحت میں وہ قانون کی امتناعی حدود کو پھاند گیا۔ اور اس نے ایسی باتیں کہدیں۔ جو اس کے سامعین کے دل میں احمدیوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے سوا اور کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتی تھیں۔ ایک پختہ کار مقرر کی طرح مرافعہ گذار نے رومائے مارک انٹونی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے یہ اعلان تو کر دیا۔ کہ وہ احمدیوں سے برسر پرخاش نہیں ہونا چاہتا۔ لیکن صلح و آتی دکا یہ اعلان ایسی دشنام طرازی سے ملوث تھا۔ اور ایسے ذلیل انداز میں تھا۔ جس کا مقصد سامعین کے دلوں میں احمدیوں کے خلاف منافرت و حقارت کے جذبات پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا"۔

"جب وہ دشنام طرازی سے کام لیتا ہے اور احمدیوں کو ایسے ایسے ناموں سے خطاب کرتا ہے۔ جنہیں سننا کوئی شخص بھی گوارا نہیں کر سکتا تو وہ جائز اور معقول تقریر کی حدود کو پھاند جاتا ہے۔ اور خواہ اس نے یہ باتیں دیدہ دانستہ کہیں۔ یا جذبات کے جوش میں۔ قانون اس سے اغماض نہیں کر سکتا۔ مرافعہ گذار کو معلوم ہونا چاہئے تھا۔ کہ اس کے سامعین کی اکثریت اکھڑ اور ناخواندہ دیہاتیوں پر مشتمل تھی۔ اور یہ کہ اس قسم کی تقریر ان کے دل میں احمدیوں کے خلاف بغض و عناد کے جذبات کی پرورش کرے گی۔ واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ تقریر نے سامعین پر مزعومہ اثر ڈالا۔ اور مقرر کی لسانیت سے مسحور ہو کر لوگوں نے متعدد مرتبہ جوش کا مظاہرہ کیا"۔

فاضل وکیل نے کہا۔ کہ اگر اس تقریر کے نتیجہ میں سامعین کے دلوں میں نفرت پیدا ہوئی۔ تو یقیناً جرم محض اصطلاحی نہ رہا۔

اقتباس (ج) کے متعلق اس نے کہا۔ کہ یہ نتیجہ صحیح نہیں۔

سر تیج بہادر سپرو کی تقریر

اس کے بعد رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی طرف سے عدالت سے مخاطب ہونے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور کہا

جج کے لئے پابندیاں

میں عدالت کی آزادی کے اصول کا قائل ہوں لیکن اپنے فیصلہ میں اس قسم کی باتیں بیان کرنے کے متعلق جج کے لئے ضرور کچھ پابندیاں ہیں۔ پہلی پابندی یہ کہ اس کی رائے واقعات پر مبنی ہونی چاہئے۔ دوسری یہ کہ وہ فریق جس کے متعلق کسی امر کا اظہار کیا جائے اسے اپنی پوزیشن صاف کرنے کا ضرور موقع ملنا چاہئے۔ اور تیسری یہ کہ جج کا فیصلہ ہتک آمیز اور نا ملائم الفاظ میں نہیں ہونا چاہئے۔

مکدر فضا میں احرار کانفرنس

یہ سچ ہے۔ کہ کچھ عرصہ پہلے مسلمانوں کے دو فریقوں احرار اور احمدیوں کے تعلقات کشیدہ تھے۔ جبکہ احرار نے قادیان میں ایک کانفرنس کرنے کا فیصلہ کیا۔ جو کہ ۲۱-۲۲-۲۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو منعقد کی گئی۔ جب اس بات کا اعلان کیا گیا۔ کہ احرار ایک کانفرنس منعقد کرنے والے ہیں۔ تو جماعت احمدیہ اپنے افراد کو باہر سے قادیان میں جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ لیکن گورنمنٹ یا اس کے نمائندوں کے یہ یقین دلانے پر کہ قادیان کے احمدیوں کی ہر طرح حفاظت کی جائیگی۔ اس دعوت نامہ کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور وہ دعوتنامے جو ابھی جاری نہیں کئے گئے تھے۔ ان کو روک دیا گیا۔ ان حالات میں کانفرنس قادیان سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک جگہ منعقد کی گئی۔ اور اس طرح ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔ کہ اس فعل سے شبہ خوف اور عدم اعتماد ظاہر ہوتا تھا۔

سر تیج بہادر نے کہا کہ عطاء اللہ نے اپنی بریت پیش کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان کیا تھا۔ کہ شروع میں احرار ایک شخص الیشر سنگھ کی مملوکہ زمین کرایہ پر لینا چاہتے تھے۔ لیکن احمدیوں نے اس پر ایک دیوار کھڑی کر دی۔ احمدی اس بات سے انکار کرتے ہیں۔ مگر یہ امر کہ احراریوں کا اربعہ کول میں کانفرنس منعقد کرنے کا تہیہ کرنا اس مکدر فضاد کو ظاہر کرتا ہے۔ جو کہ کانفرنس کے ایام میں موجود تھی۔

سر تیج بہادر نے کہا۔ اس کانفرنس کی صدارت کے لئے کس کا انتخاب کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ عطاء اللہ شاہ ملزم یعنی وہ شخص کہ جس کے متعلق فاضل سشن جج یہ بیان کرتا ہے۔ کہ "جو بے انداز مقناطیسی جذب اور اعلیٰ درجہ کی فصیحانہ خطابت کا مالک ہے" وہ لوگوں کو مسحور کر دینے والا فصیح البیان واعظ ہے۔ فاضل سشن جج کہتا ہے۔ کہ وہ ایک صلح کا پیغام لے کر آیا۔ لیکن اس پر سر تیج بہادر نے کہا۔ کہ یہ اسی قسم کا صلح کا پیغام ہے۔ جس قسم کا اٹلی ایبے سینیا میں لے جا رہا ہے (اس پر قہقہہ لگا)۔

صریح ظلم

سر تیج بہادر نے کہا۔ کہ سشن جج کے فیصلہ کے مطابق یہ شخص بہت بڑی فصاحت کا مالک ہے متواتر کئی گھنٹے تقریر کر سکتا ہے۔ اور شہادت کی بناء پر حاضرین کی تعداد آٹھ ہزار سے ساٹھ ہزار کے درمیان تھی۔ صحیح تعداد کچھ بھی ہو۔ بہر حال یہ اردگرد کے دیہاتیوں کا ایک بھاری مجمع تھا اور حاضرین جاہل اور ناخواندہ دیہاتی افراد پر مشتمل تھے۔ گویا یہ ایک بھڑک اٹھنے والا مواد تھا۔ جب میں شہادتوں پر نظر ڈالتا ہوں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ شروع سے لیکر آخر تک احمدیوں کے خلاف ایک ظلم کیا جا رہا تھا۔ تقریر کے بعد جماعت احمدیہ یا اس کا لیڈر اس کے متعلق کوئی اقدام نہیں کرتا البتہ حکومت نے دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا۔

عطاء اللہ کی تقریر کے قابل گرفت حصے

حکومت کی منظوری ریکارڈ میں موجود ہے۔ اس میں تقریر کے قابل اعتراض حصے مفصل طور پر درج ہیں۔ دیوان سکھ آنند مجسٹریٹ درجہ اوّل ملزم کو مجرم قرار دیتا ہے۔ اور اس کے نزدیک عطاء اللہ شاہ کی تقریر میں مندرجہ ذیل حصے قابل گرفت ہیں۔

(۱) فرعونی تخت الٹ جا رہا ہے۔ انشاء اللہ یہ تخت نہیں رہے گا۔

(۲) وہ نبی کا بیٹا ہے۔ میں نبی کا نواسہ ہوں۔ وہ آئے۔ تم سب چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ وہ مجھ سے اردو پنجابی عربی۔ فارسی میں ہر معاملہ پر بحث کر لے یہ جھگڑا آج ہی ختم ہو جائیگا۔ وہ پردے سے باہر آئے نقاب اٹھائے کشتی لڑے۔ مولا علی کے جوہر دیکھے وہ ہر رنگ میں آئے۔ وہ موٹر میں بیٹھکر آئے۔ میں ننگے پاؤں آؤں۔ وہ ریشم پہنکر آئے۔ میں گاندھی جی کی کھدر کی ٹھکدر شریف۔ وہ مزعفر کباب۔ یاقوتیاں اور پلومر کی ٹانک وائن اپنے آبا کی سنت کے مطابق کھا کر آئے اور میں اپنے نانا کی سنت کے مطابق جو کی روٹی کھا کر آؤں۔

(۳) یہ ہمارا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ برطانیہ کے دم کٹے کتے ہیں۔ وہ خوشامدا برطانیہ کے بوٹ کی ٹو صاف کرتا ہے۔ میں تکبر سے نہیں کہتا ہوں بلکہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ مجھ کو اکیلا چھوڑ دو۔ پھر بشیر کے اور میرے ہاتھ دیکھو۔ کیا کروں لفظ تبلیغ نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا ہے۔ یہ سیاسی مجلس نہیں ہے۔ او مرزا بیو! اگر تم ڈھیلی ہو تو ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اب بھی ہوش میں آؤ۔ تمہاری طاقت اتنی بھی نہیں جتنی پیشاب کی جھاگ ہوتی ہے۔

(۴) جو پانچویں جماعت میں فیل ہوتے ہیں۔ نبی بن جاتے ہیں کیونکہ ہندوستان میں ایک مثال موجود ہے کہ جو نیل ہو ا نبی بن گیا۔

(۵) او مسیح کی بھیڑ و۔ تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ جن سے اب مقابلہ پڑا ہے یہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے کر دینا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قانون کی ہتک

سر تیج بہادر نے کہا۔ کہ فاضل سشن جج نے صرف اس سوال کو حل کرنا تھا۔ جو ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت پیدا ہوا اس کے علاوہ اور کوئی مسئلہ اس کے لئے قابل غور نہیں تھا۔ مقدمہ میں احمدی یا ان کا لیڈر فریق متعلقہ نہ تھے۔ نہ ہی وہ ملزم تھے۔ نہ ہی یہ مقدمہ ان کے کہنے پر چلایا گیا تھا۔ نہ ہی کوئی وکیل اس کارروائی میں ان کی طرف سے پیروی کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی کسی نے کی۔ قانونی عدالتوں کا ہرگز یہ کام نہیں۔ کہ وہ کسی مذہب یا فرقہ کی سچائی یا غیر سچائی پر بحث کرتی پھریں۔ مگر شہادتوں پر شہادتیں لی گئیں۔ اور گواہوں سے کہا گیا۔ کہ وہ اپنے عقائد کی تشریح کریں۔ اور بعض نہایت غیر متعلقہ باتوں کا اظہار کریں۔ ایسا کرنا قانون کی ہتک کرنا تھی گویا اس کا خیال کرتے ہوئے ہم مذہبیات کی الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ جس سے کہ قانونی عدالت کو کوئی سروکار نہیں۔

عجیب کھیل

سر تیج بہادر نے یہ بھی کہا۔ کہ اس مقدمہ میں ایک عجیب بات یہ تھی۔ کہ حکومت عطاء اللہ شاہ بخاری پر مقدمہ چلا رہی تھی۔ مگر عطاء اللہ شاہ نے یہ تہیہ کر لیا تھا۔ کہ وہ احمدیہ جماعت کے بہت سے افراد اور حکومت کو اپنی بریت میں پیش کرے۔

۸۱ گواہوں کو پیش کرنے کی درخواست کی گئی۔ جس کو بعد میں ۹۲ تک کم کر دیا گیا۔ اور درحقیقت ۵۷ یا ۵۸ گواہ پیش ہوئے۔ ان گواہوں میں قادیان کے رہنے والے بعض باوقار اور ذمہ دار احمدی بھی تھے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ جماعت احمدیہ کے امام کو بھی شہادت کے لئے طلب کیا گیا۔ اور ان پر ایک لمبی جرح کی گئی جس میں نہایت عجیب ذرائع اختیار کئے گئے۔ یہ عجیب کھیل کئی دنوں تک کھیلا گیا۔ اور بعض نہایت غیر متعلق شہادتیں بہم پہنچائی گئیں۔ عطاء اللہ شاہ نے اس طرح اپنے حق کا استعمال کیا۔ اور اس بات میں خوشی محسوس کی کہ اس کے دشمن گواہوں کی حیثیت میں پیش ہو رہے ہیں۔ اور ان پر جرح در جرح کی گئی۔ الغرض یہ غیر مستحسن چالیں تھیں۔ اور عدالتی کارروائی کی بھی یہ ہتک تھی۔ گویا سٹیج پر ایک ڈھونگ رچا ہوا تھا جس میں عطاء اللہ شاہ سب سے بڑا ایکٹر تھا۔ اگر مرزا صاحب اور ان کے متبعین پر مقدمہ چلایا جاتا۔ تو عدالت متعلقہ شہادت لینے میں حق بجانب تھی۔ لیکن گواہوں کی حیثیت میں پیش ہوتے ہوئے وہ صرف ہاں یا نہ ہی کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ اس مقدمہ میں ان کو اپنی پوزیشن صاف کرنے کا کوئی موقع نہیں مل سکتا تھا۔ شہادتوں میں بہت سے ایسے فقرات پائے جاتے ہیں۔ کہ جو جماعت احمدیہ اور مرزا صاحب کے متعلق بالکل غیر متعلق اور ان کے خلاف ہیں۔ لیکن پھر بھی انہیں اپنی نیک نامی کو برقرار رکھنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ جہاں کوئی شہادت موجود نہ ہو یا شہادت غیر متعلق ہو۔ تو ایسے فقرے حذف کر دئے جاتے ہیں۔ احمدی اس مقدمہ میں فریق متعلقہ نہ تھے۔ ان کی طرف سے کوئی وکیل پیش نہیں تھا۔ اور وہ اپنی بریت نہیں کر سکتے تھے۔

محض ڈھونگ

میں مجسٹریٹ کے صبر کی داد دیتا ہوں۔ کہ جس نے ان تمام شہادتوں کو سنا۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ جو مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔ اب اس کی غرض فوت ہو چکی تھی۔ یہ ایک محض ڈھونگ تھا۔ اور عدالتی کارروائی کی خطرناک ہتک کی جا رہی تھی۔ ملک معظم کی رعایا کے ہر فرد کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جس مذہب کو پسند کرے۔ اس کا پابند ہو

آپ اپنے مخالف کے خیالات پر ایک حد تک نکتہ چینی تو کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ مقررہ قیود کو نہیں توڑ سکتے۔ انگریزی قانون آزادی اور حق میں واضح طور پر تمیز کرتا ہے۔ مجسٹریٹ اور فاضل سشن جج دونوں نے ملزم کو مجرم قرار دیا ہے۔ دوسرا نتیجہ جو اخذ کیا جا سکتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ تقریر ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کی زد میں آتی ہے یا نہیں۔ ملزم نے کوئی درخواست سزا کے خلاف نہیں دی جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ اس امر کا اقرار کرتا ہے۔ کہ اسے جائز طور پر سزا دی گئی ہے۔ مجسٹریٹ اور سشن جج کے نزدیک اس کا جرم ثابت ہے۔ سر دست مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ کہ آیا یہ غلط تھا۔ یا صحیح لیکن فاضل سشن جج کے نزدیک ملزم مجرم ہے۔ اور فاضل جج ہائی کورٹ کے سامنے بھی اس کی طرف سے نگرانی کی کوئی درخواست نہیں پیش کی گئی۔ جس امر کا سشن جج نے فیصلہ کرنا تھا وہ صرف یہی تھا۔ کہ آیا یہ تقریر دفعہ ۱۵۳ الف کی زد میں آتی ہے یا نہیں۔

ملزم کا نامعقول عذر

ابتدا میں ملزم نے تقریر کی صحت کے متعلق اعتراض کیا۔ لیکن جب پولیس کی شہادتوں سے یہ بات ثابت ہو گئی۔ تو اس کے وکیل نے یہ اقرار کر لیا۔ کہ زیر بحث اقتباسات صحیح طور پر درج کئے گئے ہیں۔ اگر یہ اقتباسات صحیح طور پر پیش ہوئے۔ تو ملزم کے لئے یہ کہنے کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ احمدیوں یا مرزا صاحب پر اس وجہ سے اعتراض کرتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے بانی نے پچیس تیس یا چالیس برس پہلے کچھ باتیں لکھی تھیں۔

فیصلہ کے پہلے چھ صفحے

سشن جج کے فیصلہ کا حوالہ دیتے ہوئے سر تیج بہادر نے کہا کہ اگر آپ فیصلہ کے پہلے چھ صفحے بالکل پھاڑ بھی دیں تو بھی فیصلہ کے باقی حصہ پر قطعاً کوئی اثر نہ پڑیگا۔ مقدمہ میں ایک شہادت ایسی ملتی ہے۔ جس نے کہا کہ کسی ایک خاص موقع پر ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت بانی سلسلہ نے پلومر کی ٹانک وائن کی ایک شیشی منگوائی تھی لیکن فاضل سشن جج کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کے والد واقعی شراب پیا کرتے تھے اور اسی بنا پر فاضل جج انہیں عیاش قرار دیتے ہیں۔ اس کا مطلب جماعت احمدیہ کے

احساسات کو صدمہ پہنچانا ہے۔ بانی سلسلہ کے متعلق یہ بات کہ وہ پانچویں جماعت میں فیل ہوئے اس کے متعلق وہ مانتا ہے کہ بعض لوگ سکول میں فیل ہوتے رہے لیکن بعد میں انہوں نے سلطنتوں کی بنیاد ڈالی۔ عطاء اللہ شاہ کی تقریر میں انگریزوں کے شوز کی طرف اشارہ حقارت آمیز ہے۔ تمام تقریر کا لہجہ احمدیوں کے خلاف سخت نفرت کے جذبات کو ابھارتا ہے۔ اس کا مقصد احمدیوں کی غلطیوں کا ہی گنانا نہیں۔ میں اس امر کو مانتا ہوں کہ تقریر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کی زد کے نیچے آتی ہے۔ مجرم کو احمدیوں پر نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل تھا۔ اور نکتہ چینی تو ہم برداشت کر سکتے ہیں لیکن نکتہ چینی مذمت اور ملامت سے بالکل الگ چیز ہے مقرر معقول نکتہ چینی کی حدود کو پھاند کر آگے نکل گیا۔

احمدیوں کی اپنی عدالتیں

سر تیج بہادر سپرو نے کہا کہ احمدیوں پر سب سے پہلا یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے قادیان میں "اپنی عدالتیں" قائم کر رکھی ہیں جن میں دیوانی اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر اور میرے اپنے الفاظ کے مطابق انہوں نے متوازی حکومت قائم کر لی ہے۔ اس کے ثبوت میں مرزا عبد الحق صاحب۔ خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔ لیکن اس متوازی حکومت کی حقیقت صرف یہ ہے کہ اس میں دیوانی اور ناقابل دست اندازی پولیس مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ اس طریق پر کاربند ہے کہ جن لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف شکایت ہو وہ اپنا معاملہ صدر انجمن سے متعلقہ ایک ایسی مجلس کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ کہ جو پنچایت کی طرز پر اس کا فیصلہ کرتی ہے تو مجلس متعلقہ کچھ نہیں کرتی۔ جو کہ کوئی دو آدمی ہندوستان میں کسی معاملہ میں ثالث کی حیثیت سے فیصلہ دیں۔ یہ محض ایک مستقل پنچائت ہے۔ اس طریق کار کو کوئی شخص متوازی حکومت قرار نہیں دے سکتا۔ بعض قومی پنچائتوں میں جرمانے بھی کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کہ وہ متوازی حکومتیں ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے جب ان کا طریق کار قابل اعتراض ہو۔ اس معاملہ میں اس محکمہ کو متوازی حکومت نہیں

کہا جا سکتا۔ مرزا صاحب نے اپنی شہادت میں یہ امر بالکل واضح کر دیا تھا کہ ان کا محکمہ قضا صرف ان معمولی مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے۔ جو قابل دست اندازی پولیس نہ ہوں۔ لیکن پھر بھی کسی کو ایسی پنچائت میں مقدمہ لیجانے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ ایسے مقدمات کی مثلیں عدالت کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ جب ایسی پنچائتیں کسی شخص کو جرمانہ کی سزا دیں۔ تو وہ اسے ادا کرنے پر بھی مجبور کر سکتی ہیں۔ نہیں نہیں ایسی طاقت ہرگز حاصل نہیں ہے۔ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ جرمانہ وصول کرنے کے لئے ناقابل ضمانت وارنٹ جاری کئے جاتے ہیں۔ آپ اسے اسی طرح کی متوازی حکومت کہہ سکتے ہیں جس طرح کی ایک مارواڑی پنچائت ہو جو گا ہے گا ہے اپنے تنازعات کا خود فیصلہ کر لیتی ہے

اشتہار کے کاغذ کا تذکرہ کرتے ہوئے فاضل وکیل نے کہا اس کے متعلق حقیقت یہ ہے۔ کہ ایک شخص مسمی میر قاسم علی پریذیڈنٹ لوکل انجمن احمدیہ۔ ایڈیٹر فاروق نے ایک کاغذ چھپوایا اور اس پر "ایک آنہ" کے الفاظ لکھ دئے۔ جس سے مقصد اس کاغذ کی چھپوائی وغیرہ کی قیمت وصول کرنا تھا لیکن ایسی کوئی شہادت موجود نہیں جس سے یہ امر ثابت ہوا ہو کہ ان کاغذوں کو اشتہار کی حیثیت سے امام جماعت احمدیہ کی ہدایات پر چھپوایا گیا تھا۔ محض ایک فرد کے فعل کی ذمہ داری جماعت احمدیہ یا اس کے امام پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ کسی ایک فرد واحد کی غلطی کی وجہ سے اس جماعت کے امام کو ملزم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مرزا صاحب نے اپنی شہادت کے دوران میں کہہ دیا تھا کہ درخواستوں کے دائر کرنے کے متعلق ایسے فارموں کا انہیں کوئی علم نہیں۔ اگر کوئی کاغذ سٹامپ ایکٹ (Stamp Act) کے مطابق سٹامپ کی حیثیت سے استعمال کیا جائے تو یہ واقعی جرم ہے مگر دوسری جہت سے نہیں۔

عبد الکریم کی داستان

عبد الکریم کے واقعہ کے متعلق سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ ۱۹۲۷ء کے قریب ایک شخص عبد الکریم کے دماغ میں مذہبی وساوس پیدا ہوئے اور اس نے اپنے شکوک مرزا صاحب کی خدمت میں پیش کئے۔ شاید اس کی تسلی نہ ہو سکی۔ اور پھر اس نے مباہلہ کا مطالبہ شروع کیا۔ اس نے "مباہلہ" کے نام سے ایک اخبار جاری کیا

اور مرزا صاحب (اور ان کے والد (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کے خلاف ایک خطرناک مہم شروع کر دی۔ قدرتی طور پر دونوں فریقوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اس کے بعد یہ عجیب کہانی شروع ہوتی ہے۔ کہ ایک رات وہ اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک عورت اس کے پاس آئی۔ اور اسے یہ کہتے ہوئے کہ اس کی جان خطرہ میں ہے وہاں سے بھاگ جانے کے لئے کہا۔ یہ پُر اسرار عورت کون تھی؟ اس کے متعلق ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ بہر حال اس نے اس کے مشورہ پر عمل کیا۔ اور اپنے گھر کو چھوڑ کر خالصہ بورڈنگ ہوس میں پناہ لی۔ اس کے بعد وہ اپنے خاندان سمیت قادیان سے چلا گیا۔ کچھ دن بعد جس گھر میں وہ رہا کرتا تھا۔ اسے آگ لگ گئی۔ اور اس کا ایک حصہ جل گیا۔ کسی نے واقعہ کی پولیس کو اطلاع کر دی۔ جس نے آ کر آگ بجھائی۔ پھر سال ٹاؤن کمیٹی نے مکان کی خستہ حالت محسوس کرتے ہوئے اسے گرانا چاہا۔ لیکن کہا یہ جاتا ہے۔ کہ مکان بعض قادیانیوں نے ایک رات وہاں جا کر گرا دیا۔ بعد ازاں زمین کے مالک مرزا شریف احمدؐ صاحب نے زمین اپنے قبضہ میں لے لی کیونکہ وہ شاملات دیہہ میں واقعہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تاثرات اس قسم کے ہیں۔ کہ عبد الکریم جو اس کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ مقدمہ اس کی انگیخت پر کھڑا کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مکان جل گیا۔ لیکن سوال یہ کہ جلایا کس نے تھا۔ اور کس کی انگیخت سے جلایا گیا۔ اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ کہ یہ مرزا صاحب یا ان کے پیروؤں میں سے کسی نے جلایا۔ مکان کا قبضہ مرزا شریف احمد صاحب نے اپنے حقوق مالکانہ کی بنا پر لیا۔ اگر اس کارروائی کے خلاف عبد الکریم کو کوئی اعتراض تھا۔ تو اس کے لئے دیوانی عدالت کھلی تھی لیکن ان واقعات کی بنا پر جو ریکارڈ میں آ چکے ہیں۔ یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ کہ مکان احمدیوں نے امام جماعت احمدیہ یا مرزا شریف احمد صاحب کی انگیخت پر جلایا ہو۔ ایسا کہنا حقیقت سے بعید ہے:۔

قاضی محمد علی صاحب کا واقعہ

اس عبد الکریم پر حکومت کی طرف سے زیر دفعہ ۱۵۳۔ تعزیرات ہند مقدمہ چلایا گیا۔ اور اسے چھ ماہ قید بامشقت کی سزا ملی۔ عدالت کے وقت کے بعد کارروائی مقدمہ سے فارغ ہو کر وہ ایک لاری میں دیگر مسافروں سمیت جن میں محمد حسین اور محمد علی بھی تھے۔ واپس آ رہا تھا۔ لاری کی حرکت کے دوران میں کوئی جھگڑا ہو گیا۔ عبد الکریم لاری سے بھاگ نکلا۔ اور محمد علی نے اس کا تعاقب کیا۔ بدقسمتی سے محمد علی نے محمد حسین کو ایک مہلک ضرب لگا دی۔ جس سے وہ مر گیا۔ محمد علی پر قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور اسے پھانسی کی سزا دی گئی۔ اس مقدمہ کے متعلق جہاں تک محمد علی کا تعلق ہے یہ الزام لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ اس کے قاتلانہ فعل کی امام جماعت احمدیہ نے تعریف کی۔ اور اسے قادیان کے اس مقدس قبرستان میں جس کا نام بہشتی مقبرہ ہے دفن کیا گیا۔ فاضل سشن جج نے اس خط کا حوالہ دیتے ہوئے جو "الفضل" میں شائع ہوا۔ یہ کہا ہے۔ کہ قاتل کی لاش کو بہشتی مقبرہ میں بڑی شان سے دفن کیا گیا۔ اور کہ یہ کہا گیا تھا۔ کہ در اصل وہ مجرم نہیں تھا۔ اور پھانسی کی مذموم موت مرنے سے پہلے ہی جان بحق ہو گیا۔ اور کہ قاتل اور اس کے فعل کی "الفضل" میں تعریف کی گئی۔ جج نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے خیالات جیسا کہ اگزبٹ ڈی۔ زیڈ۔ ۴ سے عیاں ہے۔ بالکل واضح ہیں۔ اور ہائی کورٹ لاہور کی تحقیر کے مرادف ہیں:۔

(لنچ کے بعد کی کارروائی)

قاضی محمد علی کی بہشتی مقبرہ میں تدفین

بحث کو جاری رکھتے ہوئے سر تیج بہادر نے کہا۔ احمدیہ جماعت کے لیڈر کے خلاف اس مقدمہ کے دوران میں ملزم کے وکیل نے یہ الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ کہ انہوں نے نہ صرف قاتل کو معاف کر دیا۔ بلکہ اس کے فعل کو مستحسن قرار دیا۔ مگر مرزا صاحب کے خلاف یہ الزام لگانا سخت ناانصافی ہے اپنی شہادت کے دوران میں مرزا صاحب نے کہا تھا۔ کہ انہوں نے اس محمد حسین کو جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اسے قتل کیا گیا ہے۔ نہیں دیکھا۔ محمد علی قاتل احمدی تھا اور اس نے جیل سے اپنے فعل پر اظہار تاسف کرتے ہوئے انہیں ایک دو خط لکھے۔ مرزا صاحب نے خطبہ میں ان کا تذکرہ کیا تھا۔

سر تیج بہادر نے یہ بھی کہا۔ کہ محمد علی پر محمد حسین کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ اسے ملزم قرار دیا گیا۔ اور اسے پھانسی کی سزا دی گئی۔ قید کے دوران میں اس نے امام جماعت احمدیہ کو لکھا۔ کہ وہ اپنے فعل پر نادم ہے۔ اور اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہے۔ اس کی لاش قادیان میں بھیجی گئی۔ اور اسے جیسا کہ وضاحت کر دی گئی تھی۔ چونکہ اس نے وصیت کی ہوئی تھی۔ اس لئے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ صرف اس وجہ سے کہ اسے وہاں دفن کیا گیا۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا فعل امام جماعت احمدیہ کے نزدیک مستحسن تھا۔ قاتل نے اپنے روحانی پیشوا کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار کیا تھا۔ ایک انسان اپنے مذہبی پیشوا کے سامنے اپنے جرم کا اقبال کر کے اپنے گناہ کی معافی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن قانون اس کا قصور معاف نہیں کرتا۔ اس کے مذہبی پیشوا نے اسے مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کی اس لئے اجازت دے دی۔ کہ اس نے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہوئے اظہار تاسف کیا تھا۔ وہ چیز جو باعزت طور پر دفن کی گئی عمل قتل نہیں۔ بلکہ وہ انسان جس نے اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے اپنے جرم کا اقرار کر کے اس پر اظہار افسوس کیا۔ اس کی لاش تھی۔ مرزا صاحب نے قاتل کا جنازہ نہیں پڑھا۔ بلکہ اپنے ایک توبہ کنندہ متبع کا پڑھا۔ مرزا صاحب نے بڑے زور سے یہ کہا تھا۔ کہ اگر وہ اپنے فعل سے تائب نہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کا جنازہ نہ پڑھتے۔ مرزا صاحب کا کسی مردہ کا جنازہ پڑھنا ایک غیر معمولی فعل نہیں تھا۔ کیونکہ وہ اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہوئے اپنے متبعین کا جنازہ پڑھا ہی کرتے ہیں:۔

محمد امین کا واقعہ

محمد امین کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے سر تیج بہادر سپرو نے بیان کیا۔ کہ وہ شمال مغربی سرحدی صوبہ سے آیا تھا۔ وہ ایک احمدی مبلغ تھا۔ اور اسے بخارا میں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تھا بخارا سے واپسی پر اس کے اور چودھری فتح محمد صاحب کے درمیان ایک جھگڑا ہو گیا۔ اس جھگڑے کی بنا یہ تھی۔ کہ محمد امین چودھری فتح محمد صاحب کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ چودھری فتح محمد صاحب پر محمد امین نے کلہاڑی سے حملہ کیا۔ جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ حملہ کی مدافعت میں چودھری صاحب نے اس پر ایک وار کیا جو مہلک ثابت ہوا۔ یہ وہ معاملہ ہے جس کے متعلق فاضل سشن جج کہتا ہے۔ کہ حکومت پر فالج گرا ہوا تھا۔ اور اس نے اس پر کوئی کارروائی نہیں کی سشن جج یہ بھی کہتا ہے۔ کہ محمد امین پر مرزا صاحب (امام جماعت احمدیہ) ناراض تھے۔ لیکن سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ ریکارڈ میں سشن جج کے اس بیان کی تائید میں مطلقاً کوئی شہادت موجود نہیں۔ اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب ایک لمبے عرصہ تک شہادت دیتے رہے لیکن اس کے متعلق ان پر مطلقاً کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ سشن جج کے فیصلہ کا یہ حصہ شہادات پر مبنی نہیں:۔

چودھری فتح محمد صاحب کے بیان کا ایک حصہ پڑھ کر سر تیج بہادر نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پولیس نے فی الواقعہ معاملہ کی تفتیش کی تھی۔ اور وہ اس نتیجہ پر پہنچی تھی۔ کہ چودھری صاحب نے خود حفاظتی میں وار کیا تھا۔ اور یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ چودھری صاحب کو بھی بعض زخم لگے۔ اور وہ ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ہم کیوں یہ فرض کریں۔ کہ پولیس نے اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں کی۔ اس لئے کہ وہ مرزا صاحب سے ڈرتی تھی۔ سشن جج کے فیصلہ کے حصہ متعلقہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ امام جماعت احمدیہ نے اس جرم کے متعلق اغماض برتا۔ اور کہ چودھری فتح محمد ایک قاتل تھا۔ حالانکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ اس پر اس لئے مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ کہ وہ حملہ کی مدافعت میں بالکل حق بجانب تھا۔

فاضل جج:۔ کیا اس کے علاوہ گورنمنٹ کے مفلوج ہو جانے کے متعلق اور کوئی شہادت موجود نہیں:۔

سر تیج بہادر:۔ نہیں قطعاً نہیں:۔

سر تیج بہادر سپرو نے فاضل سشن جج کے فیصلہ کو گرائمر کی اصطلاحات Adjectives اور Adverbs اور Adjectives کا ایک طومار قرار دیا:۔

احمدیہ والنٹیر کور

سر تیج بہادر سپرو نے کہا۔ جہاں تک والنٹیر کور کا تعلق ہے۔ کہ یہ سولہ اور چالیس کی درمیانی عمر کے بعض ان افراد پر مشتمل ہے۔ جن کو قواعد سکھائی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ آیا انہیں نیزوں اور بھالوں سے مسلح کر کے قواعد کرائی جاتی تھی۔ ملزم نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ ان کے پاس بعض بھالے پائے گئے تھے۔ اس پر ایک پولیس افسر کو شہادت کے لئے بلایا گیا۔ لیکن اس نے یہ بیان دیا کہ نہ ہی کوئی بھالے برآمد ہوئے۔ اور نہ ہی وہ مال خانہ میں رکھے گئے۔ ایک بھالا قادیان میں ایک احمدی کے پاس پایا گیا۔ جسے سی۔ آئی۔ ڈی میں بھیجدیا گیا۔ صرف اس ایک مثال سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ احمدی بحیثیت مجموعی بھالوں سے مسلح ہو کر ان کو استعمال کرنے کے متعلق قواعد سیکھتے تھے۔ مرزا صاحب نے اپنی شہادت میں بیان کر دیا تھا۔ کہ ان کے نزدیک احرار کانفرنس کے دنوں میں قادیان میں کوئی بھالے برآمد نہیں ہوئے۔ نہ ہی انہوں نے جماعت کو ان ونوں اسلحہ کے لئے لائسنس لینے کی درخواست کرنے کے لئے کہا۔ والنٹیروں کے متعلق انکا بیان ہے۔ کہ صدر انجمن نے والنٹیر کور کا انتظام کیا تھا۔ نعمت اللہ اور غلام نبی ڈرل ماسٹر ڈرل سکھایا کرتے تھے۔ انہوں نے بہ ضرور کہا تھا کہ وہ لوگ جن کے پاس بندوقیں ہیں۔ وہ نشانہ سیکھنے کی کوشش کریں۔ والنٹیروں کو محض گتکا اور لاٹھی سکھائی جاتی تھی۔ لیکن بھالے سے لڑنا۔ ڈرل کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ مرزا شریف احمد صاحب نے بھی بیان کیا تھا۔ کہ جہاں تک انہیں علم ہے۔ قادیان میں کسی شخص سے بھالے برآمد نہیں ہوئے۔ اور انہوں نے ہی ڈرل کے قواعد جاری کئے تھے۔ اور رضاکاروں کو صرف گتکا اور لاٹھی سکھائی جاتی تھی۔ اور ڈرل کرانے والا ایک ریٹائرڈ ملٹری افسر ہے۔ اس ضمن میں سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ بہت جگہوں پر والنٹیر کوریں قائم ہیں۔ رضاکار اچھے اور بُرے دونوں کاموں میں کام دے سکتے ہیں۔ تیس چالیس افراد پر مشتمل ایک نہتی پارٹی کے متعلق یہ کیونکر خیال کیا جا سکتا۔ کہ اسے حکومت حاصل کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ فیصلہ میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کے لئے فاضل سشن جج کے پاس کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس امر کی تصدیق کسی شہادت سے نہیں ہوتی۔ کہ رضاکاروں کی یہ جماعت "دیوانی اور فوجداری" کے فیصلوں کے اجراء کے لئے یا لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔

حبیب الرحمٰن کابلی

اس کے بعد سر تیج بہادر نے حبیب الرحمٰن کابلی سے متعلق واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ اس کے متعلق یہ کہانی بیان کی جاتی ہے۔ کہ اسے قادیان سے نکال دیا گیا۔ اور مرزا صاحب کا کسی اور شخص کے نام یہ خط کہ اگر یہ آدمی قادیان واپس آنا چاہے۔ تو اسے قادیان میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی پیش کیا گیا ہے۔ فاضل وکیل نے کہا شخص مذکور نے چونکہ بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس لئے اُسے قادیان سے چلے جانے کو کہا گیا۔ یہ احمدی تھا۔ اور مرزا صاحب اپنے مریدوں پر اس قسم کے حق کا استعمال کر سکتے ہیں۔ محمد امین کے حالات پر مشتمل کتاب کا لکھنا اس کے اخراج کی وجہ نہیں تھی۔ بلکہ اُسے اس وجہ سے باہر چلے جانے کو کہا گیا۔ کہ اس کا چال چلن قابل اعتراض تھا۔

اسمٰعیل بن مولوی قطب الدین صاحب

اسمٰعیل کے متعلق دراصل بات یہ ہے۔ کہ اسے قادیان سے کبھی باہر نہیں نکالا گیا۔ اور وہ قادیان میں مقیم رہتا رہا۔ مرزا صاحب صرف اپنے مریدوں کو ہی باہر چلے جانے کو کہا کرتے ہیں۔ اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ انہوں نے کسی غیر از جماعت شخص کو قادیان سے باہر نکالا ہو۔ اسمٰعیل کے متعلق مرزا صاحب نے بیان کیا۔ کہ وہ اب بھی قادیان میں ہے۔ اور اُسے کبھی باہر نہیں نکالا گیا۔ سشن جج نے اس کے متعلق مولوی فرزند علی صاحب کی شہادت کا حوالہ دیا۔ لیکن اس شہادت سے بھی اس امر کی قطعاً کوئی تصدیق نہیں ہوتی۔

غریب شاہ احراری

سر تیج بہادر نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے غریب شاہ احراری کے متعلق کہا۔ کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اسے کسی آدمی نے مارا۔ اور جب اس نے مقدمہ چلانے کی کوشش کی۔ تو اس کی طرف سے کوئی شخص شہادت دینے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اس کی تائید میں صرف ایک فیض اللہ ہی کی شہادت تھی۔ جس نے یہ بیان کیا۔ کہ غریب شاہ کو ڈاکٹر عبداللہ کی دوکان کے قریب پیٹا گیا۔ اور اس نے اس واقعہ کی اطلاع پولیس کو دیدی۔ اس کے متعلق ایک فیروزدین کی بھی شہادت ہے جس نے بیان کیا۔ کہ غریب شاہ احرار کا رضاکار تھا۔ اور اسے ایک سال کے قریب ہوا۔ کسی احمدی نے قادیان میں پیٹا تھا۔ اس کے متعلق سر تیج بہادر نے بڑے زور سے بیان کیا۔ کہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ کہ اس پر حملہ کرنے والوں نے امام جماعت احمدیہ کی انگیخت پر ایسا کیا کسی فرد واحد پر تو الزام لگایا جا سکتا ہے لیکن ساری جماعت یا اس کا لیڈر کسی ایک شخص کے فعل کا کیونکر ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ یہ ثابت کرنا ان کا کام تھا کہ غریب شاہ پر جماعت احمدیہ کے مفاد کی خاطر مرزا صاحب کی انگیخت سے احرار کو مرعوب کرنے کے لئے حملہ کیا گیا۔ لیکن اس معاملہ میں عجیب بات یہ ہے۔ کہ غریب شاہ سے کوئی شہادت نہیں دلائی گئی۔

ایشر سنگھ کی زمین

اس کے بعد سر تیج بہادر نے ایشر سنگھ کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ احراری کانفرنس کے لئے اس کی زمین لینا چاہتے تھے اور ایشر سنگھ کا بیان ہے۔ کہ وُہ زمین کا مالک تھا۔ اور اس نے احرار کو زمین دے دی۔ لیکن اسے نہ ان لوگوں کے نام یاد ہیں۔ اور نہ ان کی جائے رہائش کا علم ہے۔ جن کو اس نے کانفرنس منعقد کرنے کے لئے زمین دی۔ ایشر سنگھ نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ احمدی نہیں چاہتے تھے۔ کہ احرار قادیان میں کانفرنس منعقد کریں۔ لیکن ہم اس سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ کہ انہوں نے ہر ایک کے خلاف بدیہ اور رعب ڈالنے کی مہم جاری کر رکھی تھی۔

موت کی پیشگوئی

سر تیج بہادر نے آخری واقعہ کی طرف اشارہ کیا۔ جو یہ تھا۔ کہ فیصلہ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے ایک تقریر کرتے ہوئے مباہلہ دینے کے متعلق موت کی پیشگوئی کی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا مقصد لوگوں کے جذبات کو ابھار کر اسے مروا دینا تھا۔ حالانکہ کسی شخص کا دوسرے کے متعلق پیشگوئی کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ وہ اسے مروا دینا چاہتا ہے۔ سر تیج بہادر نے اس ضمن میں بیان کیا۔ کہ جج کو مذہبی اختلافات کے متعلق فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ کسی مذہب کی صداقت پر بحث کرنا جج کا کام نہیں ہوتا۔ (اس کے بعد عدالت برخاست ہوئی)

۲۲ر اکتوبر کی کارروائی

احمدیوں اور غیر احمدیوں کے عقائد

دوسرے دن سر تیج بہادر نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے بیان کیا۔ کہ اسلام کے نزدیک مسلمان بننے کے لئے بعض شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اول خدا تعالےٰ کی توحید پر ایمان لانا دوم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت پر ایمان لانا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ کہ آخری نبی (خاتم النبیین) ہیں۔ لیکن جہاں تک اس خاص فرقہ کا تعلق ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بانی توحید الٰہی اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر تو ایمان رکھتے تھے لیکن ساتھ ہی وہ اس بات کے مدعی تھے۔ کہ آپ کے طفیل خدا تعالےٰ نے انہیں مسیح موعود بنا کر مبعوث کیا ہے۔ یہ عقیدہ دیگر مسلمانوں اور اس فرقہ کے درمیان ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ یہ تنازعہ گذشتہ سینتالیس سال سے جاری ہے اور گذشتہ صدی کے اواخر میں اس وقت شروع ہوا۔ جب کہ متعدد اخبارات اور رسائل ایک دوسرے کے خلاف لکھے گئے۔ اس وقت ہم جب تک کہ اس زمانہ کی تاریخ کا گہرا مطالعہ نہ کریں حالات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ جماعت احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے۔ جن کے خاندان کی تاریخ کتاب "پنجاب چیفس" کی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ پر درج ہے۔ اس فرقہ کے بانی نے ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔ اور آپ کے بعد (حضرت) مولوی نورالدین صاحب جنہوں

نے ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ آپ کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ موجودہ امام جماعت احمدیہ جو بانی سلسلہ کے فرزند ہیں۔ جماعت کی طرف سے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ یہ سلسلۂ خلافت انتخابی ہے۔ خلیفہ صاحب ایک مذہبی جماعت کے پیشوا ہیں۔ اور قادیان اس جماعت کا مرکز ہے:

مدراس ہائیکورٹ کا فیصلہ

سر تیج بہادر نے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ ۵۹ و کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ دو مسلمان میاں بیوی کے درمیان شادی ہوئی۔ خاوند بعد میں احمدی ہو گیا۔ اور بیوی نے اس سے علیحدہ ہو کر ایک اور مسلمان سے شادی کر لی۔ مدراس ہائی کورٹ میں ماتحت عدالت کے فیصلہ کے خلاف اپیل دائر ہوئی۔ سوال زیر بحث یہ تھا کہ آیا تبدیلی عقیدہ (غیر احمدی سے احمدی ہونا) کسی شخص کے نکاح پر اثر انداز ہو سکتا ہے یا نہیں۔ مدراس ہائی کورٹ نے فریقین کے شہری حقوق پر تبصرہ کرتے ہوئے فیصلہ کیا۔ کہ نکاح محض ایک غیر احمدی خاوند کے احمدی ہو جانے پر منسوخ نہیں ہو سکتا:

فیصلہ کے قابل اعتراض اقتباسات

اس کے بعد سر تیج بہادر نے فیصلہ کے ان قابل اعتراض اقتباسات کو جنہیں وہ حذف کرانا چاہتے تھے ترتیب وار پیش کیا۔ جو یہ تھے۔

اول:۔ ”یہ اعلان کرتے ہی انہوں نے مفتی اعظم کی حیثیت اختیار کی۔“

دوم۔ ”وہ بعض ایسے عقائد کے معتقد تھے۔ کہ جو عام مسلمانوں کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہیں۔“ اس کے متعلق سر تیج بہادر نے بیان [illegible] میں کوئی شک نہیں۔ کہ بعض عقائد میں اختلاف ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا کہ یہ عقائد باقی مسلمانوں سے بالکل مختلف ہیں۔ عدالت کا کام نہیں۔ جج کا یہ کہنا کہ بانی سلسلہ نے ”مفتی اعظم“ کے اختیارات برتنے شروع کر دیئے۔ انہیں جھوٹا مدعی pretender کہنے کے مترادف ہے۔ اور اس کے متعلق میں یہ ضرور عرض کروں گا۔ کہ یہ ایک بالکل غیر متعلق فقرہ ہے۔

سوم:۔ ”اس فرقہ کی جو کہ قادیانی احمدی مرزائی کے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ امتیازی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کے افراد کو بانی سلسلہ کی جس کو مرزا کہتے ہیں نبوت پر کامل یقین ہے۔“ اس کے متعلق سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ اس فقرے کا یہ مطلب نکلتا ہے۔ کہ احمدیوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بجائے مرزا صاحب کو نبی مقرر کر لیا ہے۔ فاضل جج کو اس معاملہ میں جانے اور مرزا کا لفظ استعمال کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی۔ یہ ایک نامکمل اور گمراہ کن بیان ہے۔ کم از کم انہیں بانی سلسلہ کو ”مرزا صاحب“ تو کہنا چاہیئے تھا۔ یہ امر سخت قابل اعتراض ہے۔

چہارم:۔ ”مخالفت کا پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا مسلمانوں کی اکثریت نے بانی جماعت احمدیہ کے حصول مذہبی تفوق پر اظہار ناراضگی کیا۔ اس نوزائیدہ مذہب کے مخالفین نے کفر کے اس فتوے کا جو ان پر لگایا گیا تھا۔ اسی رنگ میں جواب دیا۔ ..... اس چیز نے قادیانیوں میں تکبر جو غرور کی حد تک پہنچتا ہے پیدا کر دیا۔“ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سر تیج بہادر نے کہا۔ کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں۔ کہ مرزا صاحب نے ہر ایک پر اپنا مذہبی اقتدار قائم کرنا چاہا ”نوزائیدہ“ لفظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سر تیج بہادر نے بیان کیا کہ یہ ایک نہایت قابل افسوس لفظ ہے۔ اور کہ فاضل جج اسی مطلب کو ”نئے مذہب“ کے لفظ سے اچھی طرح ادا کر سکتا تھا۔ ”کافر“ کے لفظ کے متعلق انہوں نے کہا۔ کہ یہ ایک غلط بیانی ہے۔ مرزا صاحب نے کسی پر کفر کا کوئی فتوے نہیں لگایا۔ یہ لفظ صرف ان لوگوں کے متعلق استعمال کیا گیا تھا۔ جنہوں نے بانی سلسلہ اور آپ کے متبعین پر کفر کا فتوے لگانے میں ابتدا کی۔ فاضل جج کے اس فقرہ سے یہ مترشح ہوتا ہے۔ کہ یہ فتوے مرزا صاحب نے دوسروں پر لگایا تھا۔ ریکارڈ کی رو سے یہ امر ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ مرزا صاحب نے پہل کرتے ہوئے کفر کا فتوے دوسرے مسلمانوں پر لگایا۔ اس فقرہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہ ”تاہم قادیانیوں نے بیرونی نکتہ چینی کی طرف التفات نہ کی..... غرور کی حد تک“ سر سپرو نے کہا۔ چونکہ اس کی بنیاد کسی شہادت پر نہیں اس لئے بالکل غیر ضروری ہتک آمیز ناملائم اور غیر متعلق ہے۔ پھر انہوں نے وہ حوالہ پیش کیا۔ جو ذیل کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ ”اپنے دلائل کو منوانے اور اپنے معتقدوں کو بڑھانے کے لئے انہوں نے ایسے ذرائع استعمال کئے۔ جو عام طور پر ناپسندیدہ کہلاتے ہیں۔ نہ صرف انہوں نے ایسے لوگوں کو جو ان میں شامل ہونے سے انکار کرتے تھے۔ بائیکاٹ اور قطع تعلق اور گاہے گاہے اس سے بدتر سلوک کی دھمکی دیتے تھے...“

سر تیج بہادر سپرو نے کہا۔ کہ وہ اس امر کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ احمدیوں نے ایسے اشخاص کو جو ان کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے تھے قطع تعلق کی دھمکی دی ہو۔ ہم کسی شخص کو اس کی خواہشات کے خلاف کام کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ سر سپرو کے نزدیک ”اس سے بدتر“ الفاظ کے استعمال کی کوئی وجہ جواز نہیں تھی۔ اس بیان کی شہادتوں سے تصدیق نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی کسی نے یہ شہادت دی ہے۔ کہ واقعی ان دھمکیوں پر عمل کیا گیا۔ پھر اس قول میں بھی کوئی صداقت نہیں۔ کہ رضاکاروں کی کور مرزا صاحب کی نام نہاد عدالتوں کے فیصلہ جات کے اجراء کے لئے قائم کی گئی ہے۔

سر سپرو نے بیان کیا۔ کہ اگر میں مقدمہ میں کوئی فریق ہوتا تو میں اپنی بریت پیش کر سکتا۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں۔ کہ فاضل جج کا یہ فقرہ کہ ”شاید منظوری دینے کی غرض کے لئے“ اس کی اپنی رائے کی بناء پر لکھا گیا۔ اور چونکہ شہادت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی اس لئے یہ فیصلہ کا حصہ نہیں ہونا چاہیئے۔

مسٹر جسٹس کولڈسٹریم نے سوال کیا۔ آپ کے نزدیک شہادت کی رو سے والنٹیئر کور کا کیا مقصد تھا۔“ سر تیج بہادر نے جواب میں کہا۔ اس کی شکایت یہی ہے۔ کہ اس کے موکل ایسے مقدمہ میں شہادت پیش نہیں کر سکتے تھے۔ جس میں وہ فریق متعلقہ نہ تھے۔ لیکن اس شہادت سے کہ جو فریق مخالف نے اپنی بریت میں پیش کی وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ والنٹیئر کور کا مقصد معاشرتی مجالس اور ایسے ہی دیگر امور میں امداد بہم پہنچانا ہے:

پنجم:۔ ”تب انہوں نے قانونی اختیارات برتنے شروع کر دیئے...... تا...... فی الواقعہ لوگوں کو قادیان سے نکال دیا گیا“ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ فاضل سشن جج کا یہ کہنا انگریزی زبان کا نہایت مکروہ استعمال ہے۔ کہ ان لوگوں کا ناقابل دست اندازی پولیس اور معمولی دیوانی معاملات میں کارروائی کرنا متوازی گورنمنٹ اور متوازی عدالتیں قائم کرنے کے مترادف ہے۔ ”ایسی عدالتوں“ کی حیثیت صرف پرائیویٹ پنچائتوں کی سی ہے۔ جو کہ دیوانی اور ناقابل دست اندازی پولیس تنازعات میں بتراضیٔ فریقین کارروائی کرتی تھیں۔ ”سزا دینے اور اس پر عملدرآمد کرانے“ کا یہاں کوئی سوال ہی نہیں۔ دراصل ایک شخص غلام رسول کے خلاف ان قاضیوں میں سے ایک قاضی نے فیصلہ کیا تھا۔ اور اس فیصلہ کی تعمیل میں اس کا ایک مکان فروخت کیا گیا اس سے یہ مراد لی گئی ہے۔ کہ یہاں ایک باقاعدہ عدالتی طریقہ مروج ہے۔ حالانکہ یہ جماعت کے دو اشخاص کے درمیان ایک تنازعہ تھا۔ اور ایک فریق نے دوسرے کو اپنا مکان فروخت کرنے کا انتظام کرنے پر مجبور کیا۔ اور اس نے اس کی منظوری دیدی اس کا مطلب ”متوازی عدالت“ قائم کرنا ہرگز نہیں ہو سکتا:

سر سپرو نے کہا۔ کہ اب وہ قادیان سے لوگوں کے اخراج کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں جن آدمیوں کا نام لیا گیا ہے۔ وہ حبیب الرحمن اور اسمٰعیل ہیں۔ اسمٰعیل ابھی تک قادیان میں ہے۔ اور اسے قادیان سے کبھی نہیں نکالا گیا۔ دوسرے آدمی کے متعلق میں بعد میں تشریح کروں گا:

ششم:۔ ”کم از کم دو اشخاص کو اپنے وطن قادیان سے باہر نکال دیا گیا۔ کیونکہ وہ مرزا کے ہم خیال نہیں تھے۔ وہ حبیب الرحمن۔ اور اسمٰعیل ہیں۔“

سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ اسمٰعیل کے متعلق قطعاً کوئی شہادت موجود نہیں۔ دوسرے آدمی کے متعلق جہاں تک اس شہادت سے جو ریکارڈ میں موجود ہے۔ (موجودہ امام جماعت احمدیہ کا ایک خط) معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اسے قادیان آنے کی اجازت نہیں دی۔ اور ایسا کرتے ہوئے انہوں نے محض ایک گونہ پدرانہ اختیارات کا استعمال کیا۔ جو کہ اپنی جماعت کے افراد کے متعلق انہیں حاصل ہیں۔ اس لئے فاضل سشن جج کے ریمارکس بالکل ناجائز ہیں:

ہفتم:۔ ”جگت سنگھ گواہ نے بیان کیا۔ کہ اس پر مرزائیوں نے حملہ کیا۔ ایک شخص غریب شاہ کو قادیانیوں نے پیٹا۔ اور جب اس نے مقدمہ

چلانے کی کوشش کی۔ تو کوئی شخص اس کی شہادت دینے پر آمادہ نہ ہؤا"۔

سر تیج بہادر نے اس کے متعلق بیان کیا کہ اس کی تصدیق میں صرف بھگت سنگھ کی اپنی شہادت ہی ہے۔ دوسرے شخص (غریب شاہ) کی گواہی طلب ہی نہیں کی گئی۔

ہشتم:۔ "الف" پرائیویٹ طور پر اشٹامپ کا کاغذ تیار کر کے مرزا کو درخواست گزارنے کے لئے فروخت کیا جاتا ہے"۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ اس قسم کے کاغذ کا استعمال اس وقت تک اشٹامپ ایکٹ یا کسی اور قانون کے مطابق جرم نہیں۔ جب تک کہ دستاویزات ایسے کاغذوں پر لکھی جا کر گورنمنٹ سٹامپ پیپر کے مقابلہ میں استعمال نہ کئے جائیں۔ یہ کاغذ گورنمنٹ سٹامپ پیپر کی جگہ استعمال نہیں ہوتے۔ اور اس کے متعلق قطعاً کوئی شہادت موجود نہیں۔ کہ ایسے کاغذات مرزا صاحب کی خدمت میں درخواست پیش کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے خود اس الزام کی تردید فرما دی ہے۔ یہ کاغذ ایک شخص میر قاسم علی صدر لوکل انجمن نے شائع کیا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے کبھی اس کی منظوری نہیں دی تھی۔

نہم:۔ اس شخص عبدالکریم نامی نے احمدیت کو تبدیل کیا۔ اور قادیان چلا گیا۔۔۔۔۔۔

اس تقریر میں ان لوگوں کی طرف اشارہ تھا۔ کہ جو اپنے مذہب کی خاطر مار دینے کو تیار تھے"۔ سر تیج بہادر نے اس کے متعلق بیان کیا۔ کہ یہ صحیح طرز بیان نہیں۔ اس بیان کی شہادت سے کوئی تصدیق نہیں ہوتی "تدبیر کرنا" (Compassing) کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے قتل کا اقدام کیا جائے۔ اس قسم کی اکثر پیشگوئیاں متعدد لوگوں نے کی ہیں۔ لیکن یہاں فاضل جج نے اس کا یہ مطلب لیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اس کی موت کی پیشگوئی کی۔ اور پھر موت وارد کرنے کے لئے عملی قدم اٹھایا گیا۔ حالانکہ مرزا صاحب کا صرف یہ مطلب تھا۔ کہ اس کی روحانی موت ہو چکی اور جسمانی موت بھی اپنے وقت پر وارد ہو جائے گی۔ بعض ایسے دیوانوں کی طرف اشارہ کرنا جو کہ مذہب کی خاطر مٹنے کو تیار ہوں۔ سشن جج کا یہ مطلب تھا۔ کہ احمدی اپنے مخالفین کو قتل کر دینے پر آمادہ تھے۔ مگر یہ ایک نامناسب فقرہ تھا۔ جس کی شہادتوں سے کوئی تصدیق نہیں ہوتی۔

دہم:۔ "قاتل پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور اسے پھانسی کی سزا دی گئی۔ پھانسی دیئے جانے کے بعد اس کی لاش قادیان لائی گئی۔ اور نہایت شان و شوکت سے دفن کی گئی۔۔۔۔۔۔ ضمناً یہ بھی کہہ دوں۔ کہ اس دستاویز کے مضمون سے لاہور ہائی کورٹ کی توہین مقصود ہوتی ہے"

فاضل سشن جج کے فیصلہ کے اس حصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ یہ امر واقعہ ہے کہ اس شخص کی لاش بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئی۔ اور اس امر کی تشریح خود مرزا صاحب نے کر دی ہے۔ لیکن اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ اسے "بڑے تزک و احتشام" سے دفن کیا گیا۔ کوئی شہادت موجود نہیں۔ فاضل سشن جج کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کی لاش اس شان سے دفن کی گئی کہ گویا وہ ایک ہیرو تھا۔ حالانکہ یہ نتیجہ صحیح نہیں یہ محض ایک باعزت تدفین تھی۔ اور وہ بھی اس لئے کہ شخص مذکور نے اپنے گناہ کا اقرار کر لیا تھا۔ اور دینی جماعت کے امام نے مذہبی لحاظ سے اس کے گناہ کو معاف کر دینا چاہا۔ لیکن عمل قتل کی ہرگز تعریف نہیں کی۔ جج اور روحانی لیڈر ہر دو کے جداگانہ فرائض ہیں۔ اور چونکہ محمد علی اپنے جرم کا اقبال کر کے اپنے فعل سے تائب ہو چکا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب اس کے گناہوں کی معافی کی سفارش کرنے کے لئے تیار تھے۔ "مذموم موت سے بچ جانے والا" کہنے والے مولوی شیر علی صاحب تھے۔ لیکن مرزا صاحب نے کبھی ایسے لفظ استعمال نہیں کئے۔ اور نہ ہی مرزا صاحب کی شہادت میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔

ان کی جماعت کے کسی ایک شخص کے فعل کی ذمہ داری جماعت کے پیشوا پر عائد نہیں ہو سکتی۔ مگر سشن جج کے ریمارکس پڑھکر انسان اس نتیجہ پر پہونچتا ہے۔ کہ یہ مذہبی جماعت قاتلوں اور مذہبی دیوانوں کا ایک گروہ ہے جو ہائیکورٹ کی توہین کے متعلق "الفاظ" کی تشریح کرتے ہوئے سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ ہائیکورٹ سشن جج کی یاددہانی کے بغیر بھی اپنے وقار کے تحفظ پر قادر ہے۔

سر سپرو نے اس کے بعد دو اقتباسات (اگزبٹ ۴۹) پڑھکر بیان کیا۔ کہ ان فقرات میں صاف طور پر قاتلوں کی مذمت کی گئی ہے اور یہ فقرات جو قاتلوں کے متعلق جماعت کے عقیدہ کے اظہار سے تعلق رکھتے ہیں کبھی نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ خطبہ کے باقی حصہ پر تبصرہ کرتے وقت فاضل سشن جج کو بھی انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہئے تھا

یازدہم:۔ ایک اور واقعہ محمد امین کے قتل کے متعلق ہے۔ یہ محمد امین بھی احمدی تھا۔ اور اس جماعت کا ایک مبلغ تھا۔۔۔۔۔ یہ کہنا غلط ہے۔ کہ قاتل کا فعل مدافعانہ تھا۔ کیونکہ اس امر کا فیصلہ کرنا عدالت کا کام تھا"۔

سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ اس کے متعلق قطعاً کوئی شہادت موجود نہیں۔ جب مرزا صاحب پر جرح کی گئی۔ تو باوجود اس کے کہ ان پر باقی ہر قسم کے سوالات کئے گئے۔ یہ سوال نہیں کیا گیا۔ کسی شہادت سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ اور چونکہ یہ فقرہ غیر ضروری ہتک آمیز اور غیر متعلق ہے۔ اس لئے اسے حذف کر دیا جائے۔

فاضل وکیل نے یہ بیان کیا۔ کہ محمد حسین یا محمد امین یا عبدالکریم پر حملے کا مرزا صاحب پر الزام لگانا بالکل بے بنیاد ہے۔

فاضل جج کے ریمارکس

اس موقع پر فاضل جج نے اقرار کیا۔ کہ درحقیقت تمام فیصلہ کا لہجہ افسوسناک ہے۔ لیکن وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ان فقرات کو فیصلہ سے حذف کرنے یا نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں۔ فاضل جج نے بیان کیا۔ کہ ان کے سامنے ایسی کوئی اپیل یا نگرانی کی درخواست دائر نہیں۔ اور وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فیصلہ کے کسی حصہ کو کیا صرف اس لئے حذف کرایا جا سکتا ہے۔ کہ اس میں ایک قانونی سقم ہے۔ یا واقعات کا غلط اندراج ہے۔ یا اس کا طرز و لہجہ افسوسناک ہے۔ اس سلسلہ میں فاضل جج نے سر سپرو سے دریافت کیا کہ اگر امام جماعت احمدیہ نے گواہ کی حیثیت میں پیش ہوتے ہوئے قتل۔ آتش زدگی اور عام قانون شکنی کے الزامات کی تصدیق کر دی ہو۔ تو کیا جرم کو ہلکا ثابت کرنے کے لئے ملزم کے اس عذر کی تائید نہیں ہوتی کہ وہاں اشتعال انگیز حالات موجود تھے۔

اس کے جواب میں سر تیج بہادر سپرو نے بیان کیا۔ کہ دفعہ ۵۶۱ الف تعزیرات ہند کے ماتحت غلط قانونی کارروائی کو رد کرنے کے متعلق ہائی کورٹ کو مکمل۔ آزادانہ اور ذاتی اختیارات حاصل ہیں۔ اپنے اس دعوی کی تائید میں سر تیج بہادر سپرو نے متعدد فیصلہ جات پڑھکر سنائے۔

دوازدہم:۔ عبدالکریم کو قادیان سے باہر نکال دینے کے بعد اس کے گھر کو جلا دیا گیا۔ ۔۔۔۔۔۔ یہ افسوسناک واقعات قادیان میں قانون شکنی۔ آتش زدگی اور قتل و غارت کی فضا موجود ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں"

سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ اس بیان کی ہرگز تائید نہیں ہوتی۔ کہ عبدالکریم کو قادیان سے نکال دیا گیا۔ فاضل وکیل نے کہا۔ کہ وہ اس امر کی پہلے تشریح کر چکے ہیں۔ کہ کس طرح ایک پر اسرار عورت کی طرف سے اطلاع ملنے پر وہ خود بخود چلا گیا۔ ایک یہ الزام بھی ہے کہ احمدیوں نے خلاف قانون طور پر اس کے مکان کو گرا دینے کی اجازت حاصل کی لیکن اس الزام کی کسی شہادت سے تصدیق نہیں ہوتی۔ "آتش زدگی اور قتل" کے متعلق فاضل وکیل نے بیان کیا۔ کہ یہ ایک بڑا وسیع فقرہ ہے۔ جو کسی شہادت پر مبنی نہیں۔ اس لئے یہ نہایت ہی افسوسناک بات ہے۔

سخت کلامی کے متعلق جواب

اس کے بعد انہوں نے سخت کلامی کے متعلق الزامات کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۹۶-۱۸۹۵ء میں بانی سلسلہ اور بعض مولویوں میں ایک مذہبی اختلاف پیدا ہوا۔ جب کہ ایک مولوی نے بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف دشنام طرازیوں سے بھری ہوئی ایک کتاب لکھی۔ جس کے جواب میں آپ نے ایک ایسا لفظ استعمال کیا۔ جس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ کافی ہلکا لفظ ہے۔ انہوں نے مزید کہا۔ چالیس سال قبل کے مردے اکھاڑ کر دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت جرم کا ارتکاب جائز ہی نہیں۔ بلکہ ایک ظالمانہ اقدام کے مرادف ہے۔ اس موقعہ پر انہوں نے وہ فقرات جن میں مخالفین کے متعلق سؤر کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں پڑھے انہوں نے کہا۔ کہ یہ [illegible] جمیع مسلمانوں کے متعلق نہیں [illegible]

بلکہ اس کے مخاطب حضرت مرزا صاحب کے دشمن تھے اس فقرہ کا تعلق صرف ان کے دشمنوں سے ہے نہ کہ تمام مسلمانوں سے۔ اور یہ ایک مولوی کی گالیوں کا جواب تھا۔ اس مقدمہ میں اس کا اظہار صرف زمانہ گذشتہ کی یاد تازہ کرنے کے مترادف ہے۔ اور مقدمہ سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہو سکتا:

بحث کو جاری رکھتے ہوئے فاضل وکیل نے کہا۔ مقدمہ ہذا کے دائرہ سے یہ بات باہر ہے۔ مرزا صاحب کے رویہ کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں۔ کوئی شخص ۴۵ سال تک کسی اشتعال کے خلاف جذبات انتقام دل میں نہیں رکھ سکتا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے ان الفاظ کو فیصلہ سے حذف کر دینا چاہئے گذشتہ زمانہ کے واقعات کا اعادہ کسی کی بریت میں پیش نہیں ہو سکتا۔ اور ایک فوجداری مقدمہ میں ان کا پیش کرنا جائز نہیں ہو سکتا یہ قطعی طور پر ایک غیر متعلق چیز ہے۔ اور اس مقدمہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور جج کو اس کا ذکر نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس وقت ان حالات کا جو کہ اس کتاب کے لکھنے کے وقت پائے جاتے تھے۔ ذہن میں لانا ناممکن ہے۔

سیزدہم:۔ "ان حرکات کے جواب میں مسلمانوں میں ایک قسم کی بیداری پیدا کرنے کی غرض سے احرار تبلیغ کانفرنس کا انعقاد ۔۔۔۔۔۔۔۔ قادیانیوں نے زمین پر قبضہ کر لیا۔ اور اس پر ایک دیوار بنا دی اس سے احرار اس ایک ہی قطعہ زمین کے استعمال سے جو قادیان میں انہیں مل سکتا تھا۔ محروم ہو گئے۔ اس لئے احرار شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک مقام پر جلسہ کرنے پر مجبور ہوئے"

اس اقتباس کے متعلق فاضل وکیل نے بیان کیا۔ کہ ایشر سنگھ خود بیان کر چکا ہے کہ دیوار اس کی زمین پر نہیں۔ بلکہ اس کے ارد گرد کھڑی کی گئی۔ احمدیوں کو نقض امن کا اندیشہ تھا۔ اور مرزا شریف احمد صاحب نے حکومت کے پاس خود جا کر کانفرنس کے انعقاد کے لئے اپنی مملوکہ زمین پیش کی۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا۔ کہ یہ امر مستحسن نہیں۔ کہ کانفرنس ایشر سنگھ کی زمین میں منعقد کی جائے۔ احمدیوں کے متعلق "تکبر اور غرور" کے الفاظ کا استعمال کسی شہادت پر مبنی نہیں۔ ان کے اس رویہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ چونکہ وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ کانفرنس اس زمین پر منعقد ہو۔ اس لئے وہ "متکبر" ہیں۔

(اس مقام پر فاضل جج نے اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ دراصل سارا فیصلہ ہی افسوسناک ہے)

سرتیج بہادر سپرو نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ دفعہ ۵۶۱۔ الف ہائی کورٹ کے حقوق کو محدود نہیں کرتی۔ اور اگر فاضل جج کے نزدیک کسی فیصلہ میں قانونی سقم ہو۔ خواہ اس کے کسی حصہ کی متعلقہ شہادت اسے تصدیق ہوتی ہو۔ وہ دو طرح ہتک آمیز دستاویز کی مذمت کر سکتا ہے۔ حذف کر دینے سے یا اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر دینے سے۔ یہ سچ ہے۔ کہ ہائی کورٹ میں نگرانی کی درخواست یا اپیل دائر نہیں۔ لیکن یہ امر ہائی کورٹ کو ماتحت عدالت کا فیصلہ رد کرنے سے نہیں روک سکتا۔ فاضل وکیل نے یہ بھی کہا۔ کہ اگر ہائی کورٹ ایسا نہ کرے جبکہ میں سشن جج کے الفاظ سے مجروح ہو کر کوئی کارروائی کرنا چاہوں تو میرے لئے کون سا قانونی راستہ کھلا ہے خصوصاً جبکہ میں فریق متعلقہ نہ ہونے کی حیثیت سے نگرانی یا اپیل کی درخواست نہیں دے سکتا

پلومر ٹانک وائن اور یاقوتی

سر سپرو نے اس کے بعد سشن جج کے فیصلہ میں پلومر ٹانک وائن اور یاقوتی کے استعمال کرنے سے متعلقہ فقرات پر بحث کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ اس کے نزدیک اس اقتباس میں نہایت غیر محتاط الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ مرزا صاحب عادتاً شراب کا استعمال کرتے تھے۔ گویا یہ تفہیم کرائی گئی ہے کہ مرزا صاحب جیسا ایک مقدس انسان بھی جیسا معلوم ہے معمولی قابلیت کا آدمی شراب اور ٹانک وائن میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اس امر کا بھی کوئی شائبہ نہیں ملا۔ کہ انہوں نے فی الواقعہ کبھی اس کا استعمال کیا۔ حالانکہ فیصلہ کے اس حصہ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں شراب استعمال کرنے کی عادت تھی۔ یہ فعل اسلام میں نہایت مکروہ خیال کیا جاتا ہے۔ یہ حصہ خاص طور پر اس لئے بھی قابل اعتراض ہے۔ کہ جج ایک ایسے انسان کے متعلق بعض الزامات لگا رہا ہے کہ جو اس دنیا میں موجود نہ ہونے کے باعث اس کا ازالہ نہیں کر سکتا۔ ایک گونہ حملہ ہونے کے لحاظ سے یہ فقرہ اور بھی قابل اعتراض ہے۔ نیز یاقوتی کے متعلق فاضل جج کا فقرہ بظاہر تو نہایت معصوم نظر آتا ہے۔ لیکن اس سے مترشح یہ ہوتا ہے۔ کہ شہوانی خواہشات کی بنا پر اس دوائی کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاضل جج محض ملزم کے لئے بنا رحملہ تلاش کر رہا ہے۔ اس خط میں جس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یاقوتی کے متعلق کوئی اشارہ موجود نہیں۔ پس یہ الفاظ استعمال کرنا کہ وہ اسے "استعمال" کرتے تھے۔ غلط ہے۔ اس کے متعلق اصلی الفاظ بھیجی گئی "ہیں"۔ اس امر کی قطعاً کوئی شہادت نہیں کہ وہ پارسا انسان نہیں تھے ان کے متعلق "رنگین مزاج" کے الفاظ استعمال کرنا قطعاً مناسب نہیں۔

مسٹر جسٹس کولڈ سٹریم:۔ عدالت کے یہ فقرات نہایت عجیب ہیں۔ اور ایک ایسے شخص کے متعلق جو ایک جماعت کی نظروں میں مقدس مانا جاتا ہے۔ ایسے لفظوں کا استعمال توہین آمیز ہے:۔

سر تیج بہادر نے بحث جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کسی شہادت کی عدم موجودگی میں ایسے نتائج جائز طور پر کبھی اخذ نہیں کئے جا سکتے سشن جج کے یہ فقرات محض مرصع الفاظ کی ترتیب و تشکیل ہے:۔

چہاردہم۔ فیصلہ کے ان فقرات "ان حالات میں اس امر کا بھی اضافہ کیجئے۔ کہ مرزا قادیانی نے لاکھوں مسلمانوں کے متعلق جو اس کی قیادت کے قائل نہ تھے۔ نہایت دشنام آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں"۔ کے متعلق سر سپرو نے بیان کیا۔ کہ اس بات کی کوئی شہادت نہیں۔ کہ لاکھوں۔ کروڑوں مسلمانوں کو کافر کہا گیا ہے۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک مرتبہ بعض مولویوں سے مباحثہ کیا۔ اور وہ مباحثہ کے لئے مجبور کئے گئے تھے:۔

اصطلاحی جرم

اصطلاحی جرم کے متعلق سر تیج بہادر نے بیان کیا۔ کہ فاضل گورنمنٹ ایڈووکیٹ عدالت کے سامنے اس کی تشریح کر چکے ہیں۔ مزید دلائل پیش کرتے ہوئے سر تیج بہادر نے متعدد فیصلہ جات پڑھ کر سنائے اور کہا۔ کہ دفعہ ۵۶۱ الف عدالت کو ایسے اختیارات تفویض نہیں کرتی۔ جو اس کے پاس نہ ہوں اگر آپ اس بات سے مطمئن ہو چکے ہیں۔ کہ فیصلہ میں عدالت نے اپنے عدالتی اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے ایسے فقرات استعمال کئے ہیں۔ اور وہ غیر ضروری اور غیر متعلق ہیں۔ اور ان میں تیس یا چالیس سال قبل کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ تو یور لارڈ شپ یہ کہنے میں ضرور حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ "میں ان فقرات کو حذف کرتا ہوں"۔ قانون ہرگز یور لارڈ شپ کو اس قسم کی رائے کا اظہار کرنے میں مانع نہیں۔ میں یور لارڈ شپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اگر یور لارڈ شپ ان فقرات کو جو بالکل غیر ضروری اور غیر متعلق شہادت پر مبنی ہیں حذف کر دیں۔ تو آپ کے راستہ میں کوئی چیز روک نہیں ہو سکتی۔ اس سے یور لارڈ شپ اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کریں گے۔ بلکہ ان اختیارات کو استعمال کریں گے۔ جن کا آپ کو حق حاصل ہے۔

پھر فاضل وکیل نے فیصلہ لاہور ہائی کورٹ ۱۹ صفحہ ۱۶۶ کا حوالہ دیا۔ اور بتلایا کہ اس سے ان کے بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے:۔

فیصلہ جات کے حوالے

لاہور ہائی کورٹ ۵ صفحہ ۶، ۷ اور ۹، صفحہ ۲۶۹ کا حوالہ دیتے ہوئے اس امر کی تشریح کی گئی۔ کہ محض شاہد کی حیثیت میں پیش ہونا کافی نہیں۔ اگر احمدیوں پر مقدمہ چلایا جاتا۔ تو وہ یقیناً اس امر کی وضاحت کر دیتے۔ کہ وہ الزامات جو ان پر لگائے گئے ہیں۔ بالکل بے بنیاد ہیں۔ سوال صرف یہ تھا۔ کہ عطاء اللہ کی تقریر دفعہ A-153 کی زد میں آتی ہے یا نہیں۔ وہ اشتعال انگیز واقعات جو ماضی قریب میں ظہور پذیر ہوئے ہوں۔ اندفاع کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن ماسوا ایک موقعہ کے اس کے نزدیک کسی اور مقدمہ میں مطلقاً محض ایسے واقعات کی موجودگی سے اس قسم کے جرم کی سزا ہلکی نہیں ہو گی۔ الغرض یہاں حکومت کی ہتک کی گئی۔ اس تقریر سے دو فریقوں کے درمیان منافرت پیدا ہوئی۔ اس لئے یہ تقریر بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ اور مجرم کو یہ کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ اس کے پاس ایسے جرم کا ارتکاب کرنے کے لئے وجوہات

موجود تھیں۔ اگر یہ تقریر آج سے تیس سال پہلے کی جاتی۔ تو جج اس وقت کی کیفیت کو مدنظر رکھ کر اس کی سزا ہلکی کر سکتا تھا۔ فاضل وکیل نے کہا کہ وہ زیر دفعہ ۵۶۱ الف فاضل جج سے اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ کسی جج کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ جو زیر دفعہ الف ۱۵۳ آتے ہوں۔ اور نہ ہی اس امر کی اجازت ہے۔ کہ عدالت کو ایک پبلک میٹنگ کی شکل دیدی جائے۔ اگر ایسی کارروائی کی اجازت دیدی جائے۔ تو یہ امر عدالتوں کو سیاسی اکھاڑوں میں تبدیل کر دینے کے مترادف ہوگا۔ مگر یہ کارروائی مجسٹریٹ کے روبرو بلکہ خود اس نے جاری رکھی۔

اس کے بعد فاضل وکیل نے لاہور کے کا حوالہ جو بالعموم رنگیلا رسول کے نام سے مشہور ہے پیش کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ یہ کسی ڈویژنل بنچ کا فیصلہ نہیں۔ نہ ہی اس فیصلہ میں کسی سند کا حوالہ ہے۔

اس امر سے کہ مجرم نے فیصلہ کے ملتوی کرانے کے لئے درخواست کی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقعہ اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا تھا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ اگرچہ جج جرم کو ہلکا ثابت کرنے والے واقعات کی روشنی میں سزائیں تخفیف کر دیتے ہیں۔ لیکن ایک جماعت کے لیڈر کے خلاف ہتک آمیز حملے کے جرم کے جواز میں قدیم واقعات کا پیش کرنا کبھی جائز نہیں ہو سکتا۔ یہ فی الحقیقت قانون کا ناجائز استعمال ہے۔ اس سے قانون بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ فاضل سشن جج نے کہا ہے کہ ملزم کی تقریر دفعہ ۱۵۳ الف کی مستثنیات کو پورا نہیں کرتی۔ لیکن ساتھ ہی جب سشن جج اسے ایک دن کی سزا دیتا ہے۔ اور اس قدر شہادت قبول کرتا ہے۔ تو یہ تمام ایک ڈھونگ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد فاضل وکیل نے ۱۳ لاہور ہائی کورٹ صفحہ ۱۵۲ آئی ایل آر ۱۹۳۷ء لاہور ہائی کورٹ صفحہ ۵۹۳، ۲۵ الہ آباد لا جرنل صفحہ ۹۴۶ ۲۸ کلکتہ ہائی کورٹ صفحہ ۲۲۴، ۲۴ بمبئی ایل آر صفحہ ۱۶۶ کے حوالجات پیش کئے

تقریر جاری رکھتے ہوئے فاضل وکیل نے کہا کہ یہ جرم دفعہ ۱۵۳ کی زد میں ہی آتا ہے۔ اور ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ چالیس سال قبل کی وہ تمام شہادت اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ آیا یہ مقدمہ دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت آتا ہے یا نہیں۔ غیر ضروری اور غیر متعلق ہے۔ اس قسم کی کارروائی قانونی عدالت کو ایک پبلک جلسہ میں تبدیل کرنے کے مترادف تھی۔ جس میں بعض بہت نامناسب باتیں کہی گئی ہیں۔ جو عام طور پر عام اجلاسوں میں کہی جاتی ہیں۔ کیا ملزم یہ کہہ نہیں سکتا تھا۔ کہ اسے عدالت کی پناہ حاصل ہے مگر وہ خود ایک مقدمہ میں ماخوذ تھا اور گویا اس نے دوسرا مقدمہ امام جماعت احمدیہ کے خلاف دائر کر رکھا تھا

مجرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس عدالت میں مجرم کی مداخلت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کا یہاں آنا معصومیت کی بنا پر نہیں۔ اس جگہ بھی اس نے میرا تعاقب کیا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ میرے ہاتھوں سے انصاف کو اچک کر لے جائے۔ میرا سنمہ دشمن جس نے ماتحت عدالت میں قانون کی مٹی پلید کی ہے۔ یہاں بھی میرے تعاقب سے باز نہیں آیا۔ مزید کہا۔ "مجھے اس کی شہرت سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے اگر دلچسپی ہے تو اپنی شہرت سے۔"

احمدیہ ہوسٹل ایسوسی ایشن کے سکرٹری کا انتخاب

۶ر اکتوبر احمدیہ ہوسٹل ایسوسی ایشن لاہور کا ایک غیر معمولی اجلاس نئے عہدیدار منتخب کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ میاں عبدالوہاب صاحب عمر خلف حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ باتفاق رائے سکرٹری منتخب ہوئے۔ نامہ نگار

لجنہ اماء اللہ سیالکوٹ کا چندہ تحریک جدید

۱۹ر اکتوبر کے اخبار الفضل میں لجنہ اماء اللہ سیالکوٹ شہر کی فہرست چندہ تحریک جدید میں سیدہ عصمت صاحبہ کے بجائے ۳۰ روپے کے ۵ روپے اور استانی حمیدہ صاحبہ کے بجائے ۱۰ روپے کے ۵ روپے شائع ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ تصحیح شائع کی جاری ہے:۔
فنانشل سکرٹری تحریک جدید

ہندوستان اور ممالکِ غیر کی خبریں!

لاہور ۲۳ راکتوبر۔ شام کے پانچ بجے لاہور میں سخت سنسنی پھیل گئی۔ جب کہ موچی واکبری دروازہ کے درمیان کسی شخص نے تین سکھوں اور ایک ہندو پر کلہاڑی سے قاتلانہ حملہ کر کے شدید وخفیف ضربات پہنچائیں ایک سکھ جس کے سر میں زخم آیا تھا۔ فوت ہو گیا بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جائے وقوع پر کسی تقریب کے سلسلہ میں کوئی تماشہ ہو رہا تھا۔ کہ مقتول اور مضروبین جن کے نام بشن سنگھ، رلنت سنگھ رگھبیر سنگھ اور جگت رام بیان کئے جاتے ہیں تماشا دیکھنے کے لئے اس طرف گئے کہ مجمع میں سے ایک نوجوان جو کلہاڑی سے مسلح تھا ہیجان دیوانگی کی حالت میں نکلا اور ان پر یکے بعد دیگر سے حملہ آور ہوا۔ بشن سنگھ کا سر پھٹ گیا اور ضرب شدید کی وجہ سے ہسپتال پہنچ کر مر گیا۔ اس کے بعد حملہ آور بھاگ گیا کہا جاتا ہے کہ حملہ کرتے وقت حملہ آور نے "کافروں کو مار دو" کا نعرہ بلند کیا تھا۔ پولیس نے اس الزام میں پتھرانوالی حویلی اندرون موچی دروازہ کے ایک نوجوان مسمی حسن محمد ولد محمد بخش کو گرفتار کیا ہے۔ مقامی اور ریزرو پولیس کے دستے تمام شہر کے اہم ناکوں پر کھڑے کر دیئے گئے۔

دہلی ۲۳ راکتوبر۔ نئی دہلی کے ریلوے سٹیشن پر جو حادثہ بم ہوا۔ اس کے سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ گذشتہ جمعرات کی رات چاندنی چوک میں ملکہ کے بت پر کسی نے سرخ جھنڈا لگا دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہندی زبان میں ایک انتباہی نوٹس بھی چسپاں تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ کا بیٹ بموں سے چاک کر دیا جائیگا

عدیس آبابا ۲۲ راکتوبر۔ فرانسیسی خبر رساں ایجنسی ہواس کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اطالوی سفیر متعینہ عدیس آبابا کے خلاف حبشہ کے ایک قبیلہ "پولامو" نے مظاہرہ کیا۔ شاہی گارد کو سفیر کی حفاظت کے لئے مدافعت کرنی پڑی۔ اطلاع مظہر ہے۔ کہ سفیر کے مکان پر مظاہرین گولیاں چلاتے رہے۔

لنڈن کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ لارڈ ہیڈلے کے انتقال کے بعد برطانوی مسلمانوں کا لیڈر کون ہو؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس بارے میں سر عبد القادر اور ہز ہائی نس سر آغا خان ایک متفقہ نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لیڈری کے لئے مسٹر ہیوبرٹ رینکن اور مسٹر خالد شیلڈرک کے اسماء لئے جا رہے ہیں۔

پشاور ۲۳ راکتوبر۔ واقعات قتل کے اعداد و شمار نسبتاً بڑھتے جا رہے ہیں۔ صوبہ سرحد کے جرائم کی رپورٹ بابت ماہ ستمبر واضح کر رہی ہے۔ کہ اس مہینے میں ۹۹ قتل کے واقعات عمل میں آئے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ستمبر ۱۹۳۴ء میں ان واقعات کی تعداد ۵۹ تھی۔

اسمرہ ۲۲ راکتوبر۔ اطالوی قونصل متعینہ حبشہ نے ایک ملاقات کے دوران میں موجودہ جنگ کے متعلق کہا۔ کہ یہ جنگ جلدی ختم نہ ہو گی بلکہ طویل عرصہ تک جاری رہے گی۔ حبشہ کو فتح کرنے کے لئے اٹلی کو کم از کم تین سال درکار ہیں۔ اور اس کے بعد نظم ونسق کے لئے ستر برس درکار ہونگے حبشہ کے متعلق مسولینی کا ارادہ یہ ہے۔ کہ یہاں کم از کم ایک کروڑ اطالوی آباد ہو سکیں۔ اس وقت مشرقی افریقہ کی نو آبادیوں میں جو اطالوی سپاہی ہیں۔ وہ اٹلی نہیں جائیں گے کیونکہ انکی واپسی سے اٹلی میں طالبے کاروں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد یہ سپاہی وہیں آباد ہوں گے۔ اور پہلے نو آباد کار ہونگے۔

عدوا ۲۲ راکتوبر۔ ابی سینیا میں اٹلی کے ساتھ سینما بھی پہنچ گیا ہے۔ سب سے پہلی متکلم فلم جو نگری میں پیش کی جائے گی اس کی نمائش آج رات عدوا کے میدان میں ہوگی مختلف سردار اور ان کے پیرو جو قریب کے دیہاتوں سے اطاعت کے لئے آئے تھے اس فلم کو دیکھیں گے۔ اس فلم میں اٹلی کے تازہ ترین واقعات۔ بحری بری اور فضائی کارنامے نمایاں دکھائے جائیں گے۔

کراچی ۲۳ اکتوبر۔ حاجی سیٹھ عبد اللہ ہارون صاحب نے اخبارات میں ایک بیان شائع کرایا ہے جس میں انہوں نے سندھ کو گورنری صوبہ بنائے جانے اور سندھ کو خود مختار حکومت ملنے کی تقریب منانے کے سلسلہ میں بعض مشورے دئے ہیں۔ آپ کی تجویز ہے کہ سندھیوں کو حکومت سے درخواست کرنی چاہیئے۔ کہ جب گورنر سندھ میں حکومت کا چارج لے تو تمام شعبوں میں تین روز کی عام رخصت کا اعلان کیا جائے۔

بمبئی ۲۳ اکتوبر۔ بازار صرافہ کے متعلق دلالوں کی طرف سے بورڈ آف بلین ایکسچینج کو درخواست دی جانے والی ہے۔ کہ سوموار کو ۲ بجے بعد دوپہر تک انہوں نے جو معاہدے کئے تھے وہ منسوخ کر دیئے جائیں۔ کیونکہ اس دن کسی نے دھوکا دے کر مارکیٹ کے نرخ گرا دئے تھے۔

روم ۲۲ اکتوبر۔ مسولینی نے برطانوی سفیر مقیم روم سے ملاقات کی۔ معلوم ہوا ہے کہ جنگ سے پہلے ابی سینیا پر تسلط جمانے کے متعلق مسولینی کا جو مطالبہ تھا اس میں اس نے ترمیم کر لی ہے۔

بمبئی ۲۳ اکتوبر۔ اٹلی کے اقتصادی بائیکاٹ کے فیصلہ کا ہندوستان میں بھی اثر ہو رہا ہے۔ چنانچہ بمبئی سے اٹلی جانے والے جہازوں پر مسافروں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے۔ "کونٹ وردی" جہاز ۵۱ مسافروں کو لے کر اٹلی روانہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ عموماً ایک جہاز سے ۳۰۰ مسافر جاتے تھے۔

نئی دہلی ۲۴ راکتوبر۔ ناگپور سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ مسٹر گھنشام سنگھ گپتا ممبر اسمبلی نے اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں پیش کرنے کے لئے ہندو لاء کے متعلق چار بلوں کا نوٹس دیا ہے۔

بمبئی ۲۳ اکتوبر۔ آج اچھوتوں کا ایک بھاری جلسہ ہوا۔ جس میں ایک ریزولیوشن کے ذریعہ ہندو دھرم کو چھوڑنے کے متعلق بمبئی پریذیڈنسی دلت کانفرنس کے ریزولیوشن کی تائید کی گئی۔ مقررین میں ڈاکٹر امبیدکر اور چند اعلیٰ ذات کے ہندو تھے۔ تقریروں میں بیان کیا گیا۔ کہ موجودہ حالات میں اچھوتوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ہندو دھرم کو چھوڑ دیں۔

پیرس ۲۲ اکتوبر۔ صلح کے لئے مسولینی کے روبرو جو تجاویز رکھی گئی تھیں۔ اگرچہ اس نے انہیں منظور نہیں کیا۔ تاہم فرانس کی کوششیں جاری ہیں اور برطانوی گورنمنٹ کو تمام امور سے باخبر رکھا جا رہا ہے۔

بمبئی ۲۳ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے چند بڑے بڑے سرمایہ دار اس تجویز پر غور کر رہے ہیں۔ کہ بمبئی اور یورپ کے درمیان مسافروں کو لانے اور لے جانے کے لئے ایک تیز پسنجر سروس شروع کی جائے۔ وہ یہ بھی کوشش کر رہے ہیں کہ اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا ان کی امداد کرے۔

بمبئی ۲۴ اکتوبر۔ مسٹر محمد علی جناح صدر مسلم لیگ و لیڈر انڈیپنڈنٹ پارٹی آج یورپ سے واپس آئے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندہ سے ملاقات کے دوران میں آپ نے کہا۔ کہ میں قریباً چھ ماہ تک ہندوستان سے باہر رہا ہوں۔ اس لئے اپنی پارٹی کے ممبروں اور دیگر جماعتوں کے لیڈروں سے مشورہ کئے بغیر میرے لئے کسی قطعی بیان کا دینا ناممکن ہے۔

حیدر آباد دکن کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت حضور نظام دسمبر میں دہلی تشریف لائیں گے۔ اور قریباً ایک ہفتہ قیام فرمائیں گے۔

لنڈن ۲۳ راکتوبر۔ ابی سینیا کے سفیر مقیم لنڈن نے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ اطالوی جنگ میں زہریلی گیس استعمال کی جاتی ہے اگر انہوں نے اس کو جاری رکھا تو ابی سینیا کے لئے فوج کے پرجوش طبقہ کو اطالوی قیدیوں پر اس کا بدلہ لینے سے روکنا ناممکن ہو جائے گا۔

لنڈن ۲۳ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر رامزے میکڈانلڈ نے پارلیمنٹ کے آئندہ انتخابات

عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی